بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ط

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء مطابق ذوالحجہ ۱۳۳۶ھ | نمبر ۱۰

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عا غیر ممالک سے ۳

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام [illegible] پبلشر نے شائع کیا

ریویوز

صفیہ کا خطبہ

انوکھی اُستانی کا ریویو نمبر ۹ میں ہو چکا ہے۔ اسی سلسلہ کا یہ تیسرا نمبر ہے جو ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے شائع کیا ہے۔ اسمیں ایک وعظ ہے۔ جو بہت مؤثر اور مفید ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ وہ اسکی قدر کریں۔ قیمت ۲؍ لکھوائی چھپوائی۔ کاغذ تقطیع عمدہ۔ پارہ اول ابعز یسرنا قیمت ۲؍

حقیقۃ الرؤیا

یہ نام ہے ان تقریرات کے مجموعہ کا جو ۱۹۱۷ء کے سالانہ جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمائیں منشی غلام نبی صاحب بلانوی نے انھیں لکھا۔ اور انھوں نے اسے بعد نظر ثانی چھپوا کر شایع کیا ہے۔ خلیفۃ المسیح کی تقریریں اور ان پر ریویو میری کیا مجال ہے۔ احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے۔ کہ دس آنے کو یہ کتاب منشی صاحب سے دفتر ایڈیٹر الفضل قادیان کے پتہ پر مل سکتی ہے۔

کچھ اپنی نسبت

احباب سے بہت دفعہ عرض کر چکا ہوں۔ کہ تشحیذ فنڈ کے لحاظ سے نہایت نازک حالت میں ہے۔ میں ہی جانتا ہوں۔ کہ کس طرح پر اسکو التزام کے ساتھ وقت پر شایع کیا جاتا ہے۔ مضامین اسکے آپکے سامنے ہیں پس اگر آپ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ تو اس کو زندہ رکھنے کا بھی اہتمام کیجئے۔ ورنہ یاد آئے گی تمہیں میری وفا میرے بعد۔ اب تو حضرت خلیفۃ المسیح نے بھی سلسلہ کے اخبارات کی طرف احباب کو متوجہ کیا ہے۔ ان کے حکم کی اطاعت ہی میں کچھ کوشش فرماویں اور اسکے خریدار بڑھائیں۔ تاکہ تشحیذ اپنے اخراجات آپ ادا کر سکے ؎

حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد

[illegible]

[illegible] صرف کیا جاوے کہ اس سے چند ایسے غیر مسلموں کے نام جو مجھے آنے سالانہ اخبار کی قیمت دینے کے لئے تیار ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلے علے رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء

قرآن شریف ہی کامل کتاب ہے

مندرجہ ذیل اس مضمون معارف مشحون کا بقیہ ہے - جو خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے عنوان تشحیذ بابت ماہ نومبر ۱۹۱۳ء میں چھپا تھا - خدا تعالیٰ کی کسی خاص مصلحت کے ماتحت کا غذات میں پس وپیش ہو گیا - اور اس تتمہ کے چھپنے میں مکرم شاہ ولی اللہ صاحب کی یاد کو تازہ کرنیوالا ہوا - میں امید کرتا ہوں کہ جو دوست اسکے مطالعہ سے حظ حاصل کرینگے - وہ شاہ صاحب موصوف کی بخیریت واپسی کے لئے دعا فرمائینگے - (ایڈیٹر)

(۱)

اگر صانع قدرت کی صنعت کے جانچنے کا یہی ایک ذریعہ ہے - کہ وہ انسانی طاقت وقوت سے باہر ہو - تو پھر قرآن کریم نے ٹھیک اس اصول کے مطابق اپنے دعوے کو پیش کیا ہے -

فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین
اور اللہ کے سوا تم اپنے گواہوں کو بھی بلاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔ قل لئن اجتمعت الانس
والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً
انکو سنا دو۔ کہ اگر جن و انس بھی جمع ہو کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو اسکی مانند ہرگز نہ
لائینگے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں ٭

(۲)

اگر یہ صحیح ہے کہ علام الغیوب خدا کے کلام میں آیندہ کی باتیں ہوتی ہیں۔ تو پھر قرآن کریم
نے بھی اپنی فطرت کے تقاضے سے ہی فصیح اللسان جادو بیان عرب کیا بلکہ سارے
جہان کے سامنے بڑے شد و مد سے یہ چیلنج پیش کر کے بغیر کسی قسم کے انتظار کے کھلے
الفاظ میں یہ سنا دیا۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا۔ اگر تم نے نکیا۔ اور ہرگز نہ کر سکوگے
قرآن کی مثل لانا تمہارے لئے بالکل ناممکن ہے۔ کیونکہ واحد و یگانہ خدا کا کلام بے مثل
ہوتا ہے۔ آج تک اس زبردست صداقت کو کوئی بھی نہ جھٹلا سکا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے دشمنوں نے جنہوں نے آپکی تذلیل و تکذیب میں کوئی دقیقہ بھی اُٹھا نہ رکھا تھا۔ باوجود
اُکسانے اور غیرت دلانے کے اتنا نہ ہو سکا۔ کہ ایک سورۃ کی مثل یونہی بنا کر پیش کر دیتے
تا کچھ جواب تو ہو جاتا۔ مگر یہ ممکن نہ تھا۔ کہ علام الغیوب خدا کے ارادے کے برخلاف
کسی کو اتنی ہی ہمت پڑتی۔ آج بھی وہ چیلنج سارے جہان کے سامنے اسی طرح موجود ہے
کوئی ہمت رکھتا ہے تو دکھلائے ٭

ب۲۔ اسی طرح ایک دوسرا چیلنج بھی ہے۔ جو آج سے تیرہ سو ۱۳۰۰ برس پہلے کل عیسائی دنیا
کے سامنے پیش ہوا تھا۔ مالھم بہ من علم ولا لآبائھم۔ کبرت کلمۃً تخرج
من افواھھم۔ ان یقولون الا کذباً۔ ان باطل پرستوں کے پاس اس کی کوئی بھی علمی دلیل
نہیں۔ انکے آبا و اجداد کے پاس بھی نہ تھی۔ کیا ہی بڑا بول ہے۔ جو ان کے منہ سے نکلتا ہی
محض جھوٹ ہے۔ یورپ و امریکہ نے جن کا علم و ہنر، شان و شوکت، رعب و داب اپنے کمال
پر پرواز کر رہا ہے۔ آج ۱۹۰۰ برس کے بعد اس چیلنج کا جواب عیسائی دنیا کا دل توڑ کر

ان الفاظ میں دیا ہے۔ مسیح کوئی وجود تھا بھی یا نہیں؟ جب تک کہ ان کے پاس علم نہ تھا۔ یہ ستون انکی جہالت کے سہارے پر کھڑا تھا۔ مگر جونہی کہ علم آیا۔ وہ کاٹھ کی لکڑی خود بخود ٹوٹ کر نیچے گر پڑی ۔

(۳)

اسی طرح اس نے مشرک دنیا کو نہایت ہی زبردست الفاظ میں مخاطب فرمایا اور کہا قل ان ربی یقذف بالحق۔ علام الغیوب۔ قل جاء الحق ومایبدئ الباطل ومایعید۔ سیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ انکو سنادو کہ ضرور ضرور میرا رب حق کے ذریعے سے اب باطل کو کچل دیگا۔ وہ پوشیدہ باتوں کا بڑا جاننے والا ہے۔ کہدو کہ حق تو اب آہی گیا۔ اب باطل نہ تو نئے سرے سے کوئی نئی شان نکالیگا۔ اور نہ ہی وہ پہلے رنگ میں اب عود کرے گا۔ عنقریب یہ سب مشرک اس انقلاب کو جان لینگے۔ جس میں ان کے خیالات فاسدہ و اعتقادات باطلہ منقلب کیے جائینگے۔ ان الفاظ کی زبردست صداقت پر غور تو کرو۔ کہ ان نئے نئے روزمرہ کے انقلابات و تغیرات نے مشرک دنیا میں کس طرح ایک زلزلہ ڈالدیا ہے۔ ترکستان عرب میں ۔۔ نظارہ تو کرو۔ کیا معاملہ ہو رہا ہے۔ عربستان ہاں قیدار کی زمین میں جاکر دیکھو۔ اور خود غور کرو کہیں ایسا بھی ہوا۔ جیسا کہ یہاں ہوا۔ کسی قوم نے اپنے آلہوں کو جو حقیقت میں خدا نہیں۔ بدل ڈالا۔ باطل ایسا بھاگا۔ کہ آج ۱۳۰۰ برس گذر رہے ہیں۔ اور اسنے نہ نئے ہی رنگ میں اور نہ ہی پرانے رنگ میں اپنا سر نکالا ہے۔

(۴)

اسیطرح سے مسلمانوں کو بھی نہایت منذرانہ الفاظ میں مخاطب کرکے سنایا۔ قل انی انا النذیر المبین۔ کما انزلنا علی المقتسمین الذین جعلوا القرآن عضین فوربک لنسئلنھم اجمعین۔ انکو سنادو کہ لاریب میں ایک کھلا ڈرانیوالا ہوں۔ جنہوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے ہیں۔ یعنی جو انکی اپنے مطلب کی بات مانتے۔ اور دوسری کو جو مطلب کی نہیں۔ نہیں مانتے۔ ہم ضرور ضرور ان سب سے پرسش کرینگے

اور ان کے کردار کا بدلہ دینگے۔ تو اس امر کو کھولکر سنادے۔ اور ان مشرکوں سے بھی جو اللہ کے ساتھ ایک۔ اور معبود تجویز کرتے ہیں۔ اعراض کرے۔ ہم ان سب لوگوں کے لئے جو تضحیک اور ہنسی اوڑاتے ہیں۔ کافی ہیں۔ عنقریب یہ سب جان لینگے۔ کہ قرآن کریم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے انھوں نے کیا پھل پایا۔ اور اسپر ہنسی اوڑاکر کیا نتیجہ بھگتا؟ قرآن کریم ایک اور جگہ بھی کھلے الفاظ میں ڈراتا ہے۔ افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزیٌ فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردّون الی اشد العذاب۔ وما اللہ بغافلٍ عما تعملون۔ کیا تم لوگ بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو بس تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا۔ اس کی سزا یہی اس دنیا کی زندگی میں ذلت اور ادبار ہے۔ اور قیامت کے دن اس سے بھی بڑھ کر عذاب کی طرف لوٹائے جائینگے تمہارے کردار سے اللہ غافل نہیں۔ یہ عالم الغیب خدا نے مسلمانوں کو متنبہ کیا تھا۔ ایسا نہو کہ وہ کہیں عالم الغیب خدا کے کلام پر ہنسی اڑائیں۔ اس کی باتوں پر پھبتیاں کہیں۔ اور اس کی آیات کو اپنے اصلی مطالب اور مفہوم سے کہیں سے کہیں پھیر دیں۔ اور اسطرح غیور خدا کی نظر میں ذلیل و رسوا ہو جائیں۔ مگر افسوس مسلمانوں نے اس انداز سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور اسی سوراخ میں جا کر ہاتھ گھسیڑا۔ جہاں سے اللہ اور اسکے رسول نے منع فرمایا تھا۔ ایسی بے باکی کا مزہ کیا چکھا۔ ایسی ذلت کی مار پڑی ہے۔ کہ نہ اخلاق اچھے رہے ہیں نہ اطوار اچھے رہے نہ علم رہا نہ عمل رہا نہ حکومت رہی۔ اور نہ عزت رہی۔ یہ سب کچھ عالم الغیب غیور خدا کی غیرت کا ہیبت ناک ایک نظارہ ہے۔

ایسی نازک حالت میں قرآن کریم خداوند تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو ایک بشارت بھی دیتا ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ کرلیا ہے۔ جو ایمان لائینگے۔ اور نیک اور سنوارے کے کام کرینگے۔ کہ ضرور ضرور ہم ان کو اس زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائینگے۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو بنایا۔ اور ان کی خاطر ہم ان کے

اس دین کو ضرور مضبوط کر دینگے۔ جو ان کے لئے پسند کیا۔ اور ہم ضرور انکے خوف کو امن سے بدل دینگے۔ اس پیشگوئی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی فرمایا ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک نہ ایک شخص ضرور اس دین کی تجدید کے لئے مبعوث ہوتا رہیگا۔ یہ ایک ایسی عظیم الشان صداقت ہے۔ جسکی شہادت ہر ایک صدی دیتی رہی ہے۔ جب کبھی کہ اسلام کا حقیقت نما چہرہ دنیا کی نظر سے چھپنے لگا ہے۔ تو ضرور ایک نہ ایک مصلح ربانی اترے وقت پر آکر دستگیر ہوا ہے۔ وہ الٰہی علوم سے مستفیض ہوکر اندرونی و بیرونی تمام قسم کے اعتراضات کو ہباءً و منثورا کرتا رہا ہے۔ چنانچہ آج بھی ہمارا زمانہ ایسے مبارک وجود سے خالی نہیں گیا عین وقت میں وہ مسیحیوں کے خداوند کے نام سے اسلام کی نصرت کو پہنچا۔ اور عالم الغیب خدا کی طرف سے یہ بشارت پاکر پائے محمدیاں برمنار بلند محکم تر افتاد۔ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا۔ پس یہ سچ ہے کہ عالم الغیب خدا کے کلام میں غیب کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور یہ بھی بالکل درست ہے کہ کسی انسان کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی نہ ہوگی۔ کہ اگر کسی نے ہمارے کلام کی ہتک و حقارت کی تو ہم اسے دنیا میں ذلیل و رسوا کر دینگے۔ اور اگر فرمانبرداری کی۔ تو (لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاخرۃ۔ لا تبدیل لکلمات اللہ ذٰلک ھو الفوز العظیم) تو ان کے لئے اس دنیا اور آیندہ کی زندگی میں بشارت ہے۔ اللہ کی باتیں ٹلنے کی نہیں یہی تو عظیم الشان کامیابی ہے +

(۵)

اگر یہ سچ ہے کہ رحمٰن و رحیم کا کلام اسکے حسن و احسان بخشش و فضل اور اسکی سزا اور رحمت کے متعلق جیسا کہ مناسب ہے۔ بیان فرماتا ہے۔ تو پھر قرآن کریم کا یہ دعویٰ بھی درست ہی معلوم ہوتا ہے۔ حٰمٓ تنزیل من الرحمٰن الرحیم۔ کتابٌ فصلت ایاتہ قرانًا عربیًا لقومٍ یعلمون۔ بشیرًا و نذیرًا۔ فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون۔ حمید۔ مجید رحمٰن و رحیم کے حضور سے اس کا اترنا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے۔ اسکی آیات پڑھنے کے لئے عربی زبان میں عالم گروہ کے واسطے مفصل بیان کی گئی ہیں۔ بشارت دیتی ہے ڈراتی بھی ہے مگر بہت سے لوگ اعراض کرتے ہیں۔ وہ سنتے ہی نہیں۔ ان آیات میں قرآن کریم یہ دعوے

کرتے کہ وہ رحمٰن و رحیم خدا کا کلام ہے۔ اپنے دو صفات سے آگاہ کرتا ہے۔ بشیراً یعنے یہ رحمٰن و رحیم کی طرف سے اسلئے ہے کہ وہ اسکے احسانات و انعامات کی بشارت بھی دیتا ہے۔ تا وہ سلیم فطرتیں جن کا مقتضائے طبیعت حسن و احسان ہے۔ محبت اور عبودیت کا اقرار کریں۔ و نذیراً۔ اور وہ اسکے عذاب و عتاب سے بھی ڈراتا ہے۔ تا وہ طبیعتیں بھی فرمانبردار ہوں جو اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار کرتی ہی نہیں۔ جب تک کہ سر پر مالکانہ اقتدار کا خوف و ڈر نہ ہو اپنی اپنی فطرتوں کو ٹٹول کر دیکھ لو کہ محبت اور اطاعت کے بیٔو کونسے بڑے بڑے محرک ہیں۔ حسن ہو۔ احسان ہو یا مالکانہ قدرت و طاقت ہو۔ تب جا کر کہیں انسانی فطرت محبت اور فرمانبرداری کا اقرار کرے۔ جسقدر کامل حسن۔ کامل احسان۔ کامل مالکانہ اقتدار ہو گا۔ اُتنی ہی کامل محبت۔ کامل اطاعت اور کامل فرمانبرداری کا اظہار بھی ہو گا۔ اسلئے قرآن کریم جو انسانی فطرت کے تقاضاؤں کو پورا کرنے کا متکفل ہے۔ دعائیہ رنگ میں ہر مسلمان کی زبان سے یہ اقرار کراتا ہے۔ الحمدُ للہ۔ تمام محامد اور محاسن اس ذات کے لئے ہیں۔ جو جامع جمیع کمالات و صفات ہے۔ اسطرح گویا اسنے انسانی فطرت کے پہلے تقاضے کا جواب دیا ہے کہ دائمی و ابدی حسن تو اللہ کے لئے ہے۔ اسلئے وہی فطرت کی پیاس کامل طور پر بجھا سکتا ہے۔ دنیا کا حسن آنی ہے۔ اسلئے اسکی محبت بھی فانی ہے۔ اور اس کا انجام تلخ و کڑوا ہے۔ فطرت کی پیاس کیونکر بجھے؟ رب العالمین الرحمن الرحیم۔ تمام جہانوں کی ربوبیت و تربیت کرنے والا سورج چاند کا عالم ہے۔ سیاروں ستاروں کا عالم ہے۔ ہوا و پانی کا عالم ہے۔ نباتات حیوانات کا عالم ہے۔ علی ہذا۔ یہ تمام بے انتہا عالم اسی کے فیض سے تربیت پا کر انسانی زندگی کے قیام کے باعث ہو رہے ہیں۔ اسلئے وہ رحمٰن ہے۔ یعنی بلا عمل و محنت دینے والا۔ آنکھیں دیں۔ بینائی عطا کی۔ اور ان کے فعل کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے سورج مددگار بنا دیا۔ کان دئے۔ شنوائی عطا کی۔ اور ہوا کو ان کا معاون بنا دیا۔ پس اسی طرح تمام اعضاء دئے۔ اور ان کے قویٰ بخشے۔ کیا یہ رحمانیت کے فیضان نہیں؟ کیا یہ بلا محنت مشقت نہیں؟ الرحیم۔ یعنی محنت کا بدلہ دینے والا۔ گندم از گندم بروید جو از جو۔ جیسا کرتے ہیں۔ ویسا پھل پاتے ہیں۔ ہماری محنتیں ضائع نہیں ہوتیں۔

ماں باپ کی پرورشیں وقتی ہیں۔ انکو قرار نہیں۔ ہمارے دوستوں کے احسانات خالص
نہیں۔ پائدار نہیں۔ اور دُنیا ہماری محنتوں کی جیسی چاہیئے قدر نہیں کرتی۔ اسلئے حقیقی
محسن وہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم ہی ٹھیرا۔ مالک یوم الدین ہر وقت کی جزا اور سزا کا
مالک ہے۔ دنیا کے حاکموں کی رسائی ہمارے گفتار۔ کردار۔ رفتار تک ہر وقت نہیں۔
اس حسن۔ احسان اور مالکانہ اقتدار کو یاد کرتے ہوئے مسلمان ایاک نعبد و ایاک
نستعین۔ تیری عبادت۔ تیری ہی اطاعت۔ تیری ہی استعانت کا اقرار کرتے ہوئے
سجدے میں گرتا ہے۔ یہ ہے مفہوم اس دعا کی پہلی آیات کا جس کی تفسیر سارا قرآن کریم
ہے۔ جو کہ بشیرا و نذیرا کا دعوے کرتے ہوئے رحمٰن و رحیم خدا کی دونوں قسم کی صفات
پر بڑے واضح دلائل کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے۔ فرمانبردار انسانوں کو ایک جنت اور
رضوان من اللہ کی خوشخبری بھی دیتا ہے۔ ناپاک اور نافرمان رُوحوں کو ایک جہنم سے
بھی ڈراتا ہے۔ والذین کفروا الی جھنم یحشرون لیمیز اللہ الخبیث من الطیب۔
منکر جہنم میں اکٹھے کئے جائینگے تاکہ خباثت کو طیب سے الگ کیا جائے۔ یعنی وہاں ان کی فطرۃ
کی اصل پاکیزگی کو نفس امارہ کے گندوں سے پاک و صاف کیا جائیگا۔ اور ہمارے آقا و
رہنما محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ایک وقت جہنم پر آئے گا کہ باد صبا
اسکے دروازوں کو کھٹکھٹائیگی۔ اور اس میں کسی نفس کو بھی نہ پائیگی۔

غرض قرآن کریم نے دونوں پہلو اس لئے بیان کئے ہیں تاکہ ہر ایک قسم کی فطرت انسانی رحمٰن
و رحیم کی فیضان و عنایت سے محروم نہ رہے۔ رحمٰن و رحیم کے کلام نے فضل کی آڑ میں خداوند
خدا کو عدالت کی کرسی پر بٹھا کر بے قصور بے گناہ شخصیت کو گلے سے پکڑ کر پھانسی پر نہیں چڑھا
دیا یا ایک ذرہ گناہ کے بہلانے سے ابدی جہنم کا وارث نہیں ٹھیرادیا۔ بلکہ بشارت اور
انذار دونوں رنگ میں رحمٰن رحیم کی ربوبیت کے ماتحت ترقیات غیر متناہیہ کی اُمید دلائی ہے
لھم ما یشاؤن فیھا ولدینا مزید۔ وہاں ان کو جو چاہینگے۔ ملیگا۔ اور ہمارے حضور تو اور
بڑھ کر ہوگا یعنے ترقی مزید ہوگی ؛

اور فرماتا ہے۔ عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شیٔ۔ یعنے اپنا

عذاب جسکو چاہتا ہوں۔ پہنچاتا ہوں۔ اور میری رحمت تو ہر ایک شے پر وسیع ہے یعنی اس عذاب میں بھی رحمت ہی ہوتی ہے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ کتب علی نفسه الرحمة لیجمعنکم الی یوم القیمة لاریب فیه۔ اُسنے اپنے اوپر رحمت کو فرض کر دیا ہے۔ ہم تم سب کو قیامت کے دن ضرور اکٹھا کرینگے۔ اسمیں کوئی شک نہیں۔ غرض قرآن کریم نے دونوں پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ تا ہر ایک فطرت انسانی کی اصلاح ہو۔ رحمٰن ورحیم کے کلام میں یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

(۶)

اگر یہ صحیح ہے کہ عزیز و علیم و حکیم خدا کا کلام اسکے بڑے بڑے معارف وحقایق و دقایق کا وسیع خزانہ ہو۔ اور ہر ایک مختلف انسانی گروہ اور جماعت کی استعداد فطرت کے مطابق اسکو کامل معرفت اور کامل ہدایت کے وسائل کی طرف رہنمائی کرے۔ اور ان کو خود عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ واضح کرے تو پھر قرآن کریم کا یہ دعوے عین حق حکمت پر مبنی ہے۔ کتبٌ احکمت ایاته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر۔ اسکی باتیں بڑی محکم بڑی مفصل ہیں۔ حکیم خبیر کے حضور سے ہے۔

تنزیل الکتاب من الله العزیز الحکیم۔ ان فی السموات والارض لایات للمومنین عزیز وحکیم اللہ سے اس کتاب کا اترنا ہے۔ بیشک ان بلندیوں میں اور اس زمین میں نشانات ضرور ہیں ایمان والی جماعت کے لئے۔

وفی خلقکم وما یبث من دابة ایاتٌ لقوم یوقنون۔ تمہاری اپنی پیدایش میں اور تمام جانداروں کی پیدایش میں نشان ہیں یقین کرنے والی جماعت کے لئے۔

واختلاف اللیل والنهار وما انزل الله من السماء من رزق فاحیا به الارض بعد موتها وتصریف الریاح ایات لقوم یعقلون۔ بطور رزق کے بادل سے نازل فرمایا اور اس سے زمین کو اسکی مردگی کے بعد پھر آباد کیا۔ اور ہواؤں کے ادھر اُدھر پھرنے میں عقلمند گروہ کے لئے نشانات ہیں ؛

ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذلک لایةً لقوم یتفکرون۔ اس بارش کے ذریعہ سے کھیتی زیتون۔ کھجوریں۔

انگور اور تمام پھل اگاتا ہے۔ ضرور ضرور اس میں نشان ہے۔ اس گروہ کے لئے جو تفکر کیا کرتے ہیں ؏

ھو الذی جعل الشمس ضیاءً و القمر نوراً و قدرہ منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب۔ ما خلق اللّٰہ ذٰلک الا بالحق یفصل الآیات لقوم یعلمون اسی ذات پاک نے سورج کو روشن اور قمر کو نور بنایا۔ اور انکے منازل مقرر فرمائے تاکہ تم سالوں کی تعداد جانو۔ اور علم حساب سیکھو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس (کارخانہ قدرت) کو حق و حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ان آیات کو مفصل طور پر بیان فرماتا ہے ظالموں کے لئے ؏

ومن آیاتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم و الوانکم ان فی ذٰلک لآیات للعالمین۔ اور اللہ کی آیات میں سے ان سموات اور زمین کی بناوٹ اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے۔ ضرور ضرور ان میں تمام جہان کے لئے نشانات ہیں ؏

ومن آیاتہ منامکم باللیل والنھار وابتغاء کم من فضلہ ان فی ذٰلک لآیات لقوم یسمعون۔ اور اس کی آیات میں سے تمہارا رات کو سونا اور تمہارا دن کو اس کا فضل ڈھونڈھنا بھی ہے ضرور اس میں شنوا گروہ کے لئے نشان ہیں۔

اب دیکھئے مذکورہ بالا آیات میں قرآن کریم حکیم و علیم خدا کی قدرتوں اور حکمتوں اور کاریگریوں کی طرف کس حسن بیان کے ساتھ اشارات فرماتا ہے۔ یہی تو اس ذات پاک کی قدرت نمائی کی آیات و علامات ہیں۔ جن سے وہ شناخت کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم ان آثار قدرت کو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں۔ بلکہ سینکڑوں ہی دفعہ بار بار عجیب عجیب عبارتوں میں سننے والوں کو سناتا ہے۔ آنکھوں والوں کو دکھاتا ہے۔ عقلمندوں کو اشارہ کرتا ہے فلاسفروں کی قوت متفکرہ کو جگاتا ہے۔ علم طبعیات اور علم ہیئت کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ علم حیوانات و علم نباتات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور علم جیولوجی۔ جیوگرافی اور ریاضی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ غرضیکہ تمام قسم کی استعدادوں کو اکساتا ہے۔ کہ وہ ان

آثار قدرت اور عجائبات فطرت کو دیکھیں۔ غور کریں اور سمجھیں کہ یہ کیا تبلا رہے ہیں؟ اور کس غرض کس مدعا کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ لعلھم یبصرون۔ لعلھم یتفکرون لعلھم یعقلون۔ لعلھم یتذکرون۔ لعلھم یومنون۔ لعلھم یشکرون لعلھم یھتدون۔ تاکہ وہ بصیرت حاصل کریں۔ غور و فکر کریں۔ عقل کریں نصیحت پکڑیں ہماری ہستی پر ایمان لائیں۔ ہمارے شکرگزار بنیں۔ اور ہدایت پا جائیں۔ انہیں اشارات کنایات کی بدولت عرب کے وحشیوں نے اسوقت کمال حاصل کیا تھا جسوقت یورپ و امریکہ کا چراغ اندھیرے میں پڑا انکی روشنی کا انتظار کر رہا تھا۔ انہیں کی بنیاد پر یورپ اور امریکہ نے اسٹرانمی زوآلوجی۔ جیولوجی۔ فزی آلوجی۔ سائی کالوجی۔ باٹنی۔ فلالوجی۔ ہسٹری کیمسٹری فزکس۔ میتھمیٹکس وغیرہ کی عظیم الشان عمارات اپنے وسیع تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعے کھڑی کی ہیں۔ ان کے کتب خانے ان کے نوشتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ہاں ایک فرق ضرور ہے جس کا اظہار کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔

لاریب خدائے خالق فطرت کا کلام جاہل و عالم دونوں کے لئے انکی استعداد فطرت کے مطابق اپنے دامن کو وسیع کرتا ہے۔ ان کو ہدایت و معرفت کی طرف رہنمائی فرماتا ہے یہ غلط ہے۔ اور ہمارے مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔ جو صحیفہ قدرت کے دلدادہ اپنی فطرت کے ذاتی نقص کو بھولکر الہام کا انکار کر دیتے ہیں۔ جو فطرت اپنی ذات میں مختلف قوتیں رکھتے ہوئے پھر خارجی مددگاروں کی محتاج ہے۔ وہ فطرت اپنی ناقص عقل کے ساتھ کسی دوسرے کے مافی الضمیر کو معلوم کرنے کے لئے ایک بولتی ہوئی زبان کی بھی محتاج ہے وہ رب العالمین جو انسان ضعیف البنیان کی تمام حاجتوں کا متکفل اور کارساز ہے۔ انبیاء و اوتاروں کو بھیجکر فطرت کے اس نقصان کو اسی طرح پورا کر رہا ہے۔ جسطرح کہ اسنے آنکھ اور کان کے نقص کو پورا کرنے کے لئے روشن سورج اور ہوا کو پیدا کیا ہے۔ ایسے انبیاء ہزاروں کی تعداد ہوئے۔ اور ملکوں ہی نے ان کی پاکدامنی اور راست بازی پر شہادت دی۔ اسپر تعجب یہ کہ وہ مختلف زمانوں۔ مختلف مکانوں۔ مختلف زبانوں میں مختلف اقوام کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور سب ہی ہمخیال و ہم زبان ہو کر ایک ہی بات کہتے چلے آئے

اسے یونہی اتفاق پر کیسے محمول کیا جائے۔ جبکہ بغیر سبب کے اتفاق ہونا ناممکن ہے۔ کیا ہم ان سب راستبازوں کا انکار کردیں۔ اور ان کو سچا یقین کریں۔ جو اپنے پہلے ہی اصول کی آپ تکذیب کرتے ہیں۔ صحیفہ قدرت کے اشارات ہر کس و ناکس کیونکر سمجھے۔ لاکھوں میں سے چند ہیں۔ جو صحیفہ قدرت کے سربستہ رازوں کے رازدار تو کہلاتے ہیں۔ مگر افسوس! کہ وہ چند بھی وہ ہیں جو خود مختلف الرائے ہیں۔ صحیفہ فطرت کے مشہودوں کا کون اعتبار کرے؟ آخر ان لال بجھکڑوں میں سے وہ بھی قومیں۔ جنہوں نے تینتیس کروڑ خدا کا پتہ دیا ہے یا اس ہستی کا سرے سے انکار ہی کردیا ہے یا ہونا چاہیئے ہی تک تحقیقات کو رہنے دیا ہے۔ گناہ کے ہلاک کرنیوالے زہر سے محفوظ رہنے کے لئے تو کامل علم اور کامل معرفت چاہیئے۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ وہ کونسے الٰہی اخلاق عظیمہ اور اوصاف حمیدہ ہیں۔ یا وہ کونسی الٰہی رضا اور نارضامندی کی راہیں ہیں جن کو تم نے صرف صحیفہ قدرت اور صحیفہ فطرت کے کنایات اور اشارات سے محض عقل کی کسوٹی کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ تم ایک بھی بتلا نہیں سکتے۔ غرض انسانی فطرت اپنی ذاتی نقص کے باعث آستانہ ربوبیت سے ہر آن مدد چاہتی ہے۔ اسی واسطے تو ہر مسلمان اپنی دعا میں تمام فیوض کے منبع رب العالمین کو بڑی عاجزی اور الحاح سے ایاک نستعین کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے اسکی استعانت کا اقرار کرتا اور اپنی فطرت کے اھدنا الصراط المستقیم پکار اٹھتا ہے۔ اسی فطرتی تقاضے کے جواب میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ قد جاءکم بصائر من ربکم۔ فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا۔ بصارتیں اس ذات کی کنہ نہیں پا سکتیں۔ اور اسنے ان تمام بصارتوں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اور وہ لطیف و خبیر ہے۔ تمہارے رب سے یہ بصائر (یعنی عینکیں) اب ضرور آگئیں۔ بس جسنے بصیرت حاصل کی۔ تو وہ اپنی ہی بھلائی کے لئے کریگا۔ اور جو اندھا ہوا تو اس کا وبال اسی کی جان پر ہے۔ یعنے قرآن کریم حکیم و خبیر خالق فطرت سے ہونے کا دعوے کرتا۔ اور ہر ایک استعداد فطرت کو علیٰ وجہ البصیرت کامل معرفت و علم عطا کرنے کا ذمہ اٹھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بار بار للعالمین۔ لقوم یسمعون۔ لقوم یبصرون۔ لقوم یعقلون۔ لقوم یتفکرون۔ لقوم یومنون۔ علیٰ ہذا۔ یعنی فلاں آیات میں سارے جہان کے

لئے نشان ہیں۔ اور فلاں فلاں قسم کی آیات میں خشوا قوم کے لئے۔ جینا گروہ کے لئے عقلمندوں کے لئے۔ تفکر کرنے والوں کے لئے۔ یعنے فلاسفروں کے لئے۔ ایماندار قوم کے لئے نشانات مذکور ہیں۔ قرآن کریم ایک کامل اُستاد کی طرح ہے۔ جو ہر ایک بچے کے سامنے اسکی لیاقت کے مناسب آلات کو ترتیب دیکر ایک تجربہ کرتا۔ اور پھر اس بچے کو نتیجہ پر پہنچنے کے لئے سوچنے کا موقعہ دیتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم بھی ہر ایک قسم کے انسان کو اس کی استعداد و لیاقت کے مطابق صحیفہ قدرت کے عجائبات کی طرف توجہ دلاتا اور الٰہی معرفت کی طرف رہبری فرماتا ہے۔ انجیل و توریت میں اگر یہ بات ہوتی۔ تو آج یورپ کا ہے کو اس ہستی کا انکار کرتا۔ ان کتابوں کا تو کچھ ذکر ہی نہ کرو۔ جو کئی خداؤں کا پتہ دے رہی ہیں۔ وہ کتاب جو ہر زمانے میں تمام جہان بھر کی فطرتوں کی ہدایت و معرفت کا ذمہ اُٹھاتی ہے۔ اس کا دائرہ تنگ نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کیونکر تسلیم کیا جائے۔ کہ ناقص علم کامل معرفت کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو کبھی ممکن ہی نہیں اسی لئے تو حکیم و علیم خدا نے اپنے علم کے متعلق یہ دعوے کیا ہے۔ لو کان البحر مدادًا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی۔ اگر سمندر سیاہی ہو جائیں تب بھی میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں۔ جس طرح کہ خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب۔ صحیفہ قدرت کے سربستہ راز آئے دن تجربہ مشاہدہ اور علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ ظاہر ہو رہے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے وسیع معارف حقایق و دقایق بھی عقلمندوں کی عقل اور عالموں کے علم کے ذریعہ سے روزبروز معلوم ہوتے رہینگے۔ تا ہر زمانہ اس سے وہ بصیرت حاصل کرے۔ جسکے عطا کرنے کا اس نے دعوے کیا ہے۔ تمام جہان کی کتابیں دیکھ بھال لو۔ مگر یہ عظیم الشان دعویٰ کسی میں بھی نہ پاؤ گے۔ عاجز انسان کو یہ کہنے کی جرأت کبھی نہیں ہو سکتی ؏

(۷)

اگر یہ صحیح ہے کہ رب العالمین کی کامل کتاب تمام جہان کے لئے رحمت و ہدایت ہونے کا نہ صرف دعوے ہی کرے۔ بلکہ اسکی دلائل بھی دے۔ جو ہر کس و ناکس سمجھ سکے۔ تو قرآن کریم نے تنزیل الکتٰب لا ریب فیہ من رب العالمین کا دعوے کر کے اپنے آپ کو رحمۃ للعالمین یعنے تمام جہان کے لئے باعث رحمت فرمایا ہے۔ اور اسکے دلائل بھی دئے ہیں۔ جنمیں سے

دو تو یہ ہیں۔ حٰمٓ و الکتاب المبین۔ انا انزلناہ فی لیلۃٍ مبارکۃٍ انا کنا منذرین فیھا یفرق کلّ امرٍ حکیم۔ امراً من عندنا۔ انا کنا مرسلین۔ رحمۃً من ربک انہ ھو السمیع العلیم۔ رب السموات والارض وما بینھما ان کنتم موقنین۔

حٰمٓ والکتاب المبین حمید مجید ہے۔ اس کتاب کی قسم ہے۔ جو ہر صداقت کو بین کرتی ہے یعنے اسی کتاب کو ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ جو انسانی فطرت کی کامل اصلاح کے لئے ہر ضروری بات کو دلائل کے ساتھ بین کرکے تمام عالم کی ہدایت کا ذمہ اٹھاتی ہے۔ جیسا کہ ایک اور جگہ بھی اُسنے اسبات کا دعوےٰ کیا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیءٍ (۲) کل شیءٍ فعلوہ فی الزبر وکل صغیرٍ وکبیرٍ مستطر ہمنے اس کتاب میں کوئی بات بھی نہیں چھوڑی۔ ہر ایک کرنے کی بات جو مختلف زبر میں تھی۔ خواہ چھوٹی ہو۔ خواہ بڑی۔ سب اسمیں لکھی جاچکی ہے۔ کوئی ایسی فروگذاشت نہیں کہ جس کا ہونا انسانی تزکیہ نفس کے لئے ضروری تھا۔ اور اسمیں موجود نہیں۔ فیھا کتبٌ قیمۃ۔ بلکہ تمام پہلی کتابیں اس میں ہیں یعنے کوئی ایسی صداقت نہیں۔ جو ان کتابوں میں تھی۔ اور اسمیں نہ ہو۔ اس دعوے کا ثبوت ایک تو انہی آیات میں دیتا ہے۔ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین۔ کہ ضرور ہمنے اس کتاب کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ ہم ہی تو منذر تھے۔ یعنے اس جہالت و ضلالت کے زمانے نے اسکے نازل ہونے کا تقاضا فرمایا تھا۔ جو ایک تاریک رات کے مشابہ ہے۔ جبکہ ظہر الفساد فی البرّ والبحر۔ یعنی سمندر اور خشکی دونو میں بگاڑ اور فساد ظاہر ہو گیا تھا۔ اور صلاحیت کا کہیں بھی نام و نشان نہ رہا تھا اسلئے کہ لقد ارسلنا الی امم من قبلک فزین لھم الشیطان اعمالھم فھو ولیھم الیوم) ہمنے تجھ سے پہلے بھی امتوں کی طرف رسول بھیجے تھے۔ مگر شیطان نے ان کے اعمال انکو خوبصورت کر دکھائے۔ اور آج وہ شیطان ان سب کا دوست بنا ہوا ہے۔ یعنی وہ تمام بدکاریاں اور گناہ جنمیں وہ مختلف قومیں مختلف زمانوں میں نفس امارہ کے بہکانے سے مبتلا ہو گئی تھیں۔ آج سب کی سب موجود ہو گئی ہیں۔ شیطان نے اپنے تمام فریبوں اور حیلوں کے ساتھ انسانی فطرت پر حملہ کیا ہے۔ اور نفس امارہ نے اپنی تمام جوش و ابال

باہر نکال دیئے ہیں۔ یہانتک اسوقت تمام یورپ و ایشیاء جہالت کی بلا میں مبتلا تھا۔ ہر ایک فرقہ دنیوی معبودوں کا شیدا تھا۔ گھر گھر ایک نیا خدا تھا۔ اور اخلاق رذیلہ رسومات قبیحہ اور عادات ذمیمہ نے فطرت انسان کو سیاہ کر دیا تھا۔ غرض ان تمام بدکرداریوں اور ظلمتوں کا مرکز عرب کا جزیرہ نما تھا۔ اس تاریک زمانے نے تمام قسم کی ہدایتوں اور اصلاحوں کی ایک جامع کتاب کا تقاضا کیا۔ اور اسیوجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ تاریک رات مبارک ہو گئی۔ (فیھا یفرق کل امرٍ حکیم امراً من عندنا) اسمیں ہر ایک حکیمانہ بات کا فیصلہ ہمارے حضور سے ہو گیا۔ انا کنا مرسلین۔ کیونکہ ہم ہی ضرور رسول بھیجا کرتے ہیں۔ رحمۃً من ربک۔ جو تیرے رب سے ایک رحمت ہوتے ہیں۔ انہ ھو السمیع العلیم۔ کیونکہ وہ سمیع و علیم ہے۔ ایسے وقت میں ضرور زمانے کی حاجتوں کو معلوم کر کے ضرورت پر انکی زبان سنتا ہے۔ رب السموات والارض وما بینھما ان کنتم موقنین۔ کیونکہ وہ ان بلندیوں کا۔ اس زمین کا۔ اور جو انکے درمیان ہے رب کا رب ہے۔ اگر تم کچھ یقین کرو۔ یعنی وہ ذات تمام کی ضرورتیں وقت پر مہیا کرتا ہے۔ زمین جب خشک ہو جاتی ہے۔ تو آسمان سے بارش نازل کر دیتا ہے۔ پس اسی رب نے جب دیکھا کہ یہ تاریک زمانہ ایک کامل ہدایت کا مقتضی ہے۔ تو ایک ایسی مبین کتاب نازل کر دی۔ جسمیں کل امرٍ حکیم۔ تمام حکمت کی باتیں موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ دانا حکیم کی طرح اپنے علاج کو زمانے کی علل طبیعت کے موافق بدلتا ہے۔ احمق ہے وہ مریض جو دانا حکیم کے علم کے نقص نکالنے شروع کر دے۔ اور احمق ہے وہ حکیم جو بیمار کی حالت خواہ کیسی ہی ہو۔ ایک ہی علاج پر زور دیتا جائے یا وہ علاج جن کی ضرورت نہ ہو موقعہ بے موقعہ یوں ہی تجویز کرتا پھرے۔ حکیم خدا کے کام بے موقعہ اور بے محل نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ زمانے کی عین ضرورت کے مطابق اس کی رحمت کی بارش نازل ہوا کرتی ہے۔ بنی نوع انسان کی حالت ابتدا میں ایک معصوم بچے کی سی حالت کے مانند تھی۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا۔ اس کا تجربہ وسیع ہوتا گیا۔ اور آہستہ آہستہ اس کے امراض روحانی بڑھتے گئے اور اس علیم و حکیم خدا کی طرف سے مناسب حال دفعیہ امراض کے لئے شفا اور رحمت بھی نازل ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ تاریکی کا زمانہ بھی آن پہونچا۔ جسمیں نفس امارہ کے تمام قسم کے امراض

ظاہر ہوگئے۔ جنکے دُور کرنے کے لئے بھی ویسے ہی جامع و کامل شفا کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے عین وقت پر آسمان سے یہ آواز ہوئی۔ یاایھا الناس قد جاءتکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدیً ورحمة للمؤمنین۔ اے لوگو! ضرور تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آچکی ہے۔ جو کہ سینوں کی مرض کے لئے شفا اور ہدایت اور رحمت ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو انکی باتیں مانتے ہیں۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین۔ اور ہمنے تجھے اسی لئے بھیجا ہے کہ تو جہان کے لئے رحمت ہو۔ غرض قرآن کریم کا ایسے تاریک زمانے میں نازل ہونا ہی انکی جامع ہدایت پر ایک بیّن دلیل ہے۔ اور پھر وہ دعوی کرتا ہے کہ نفس انسان کے امراض کے دور کرنے کے لئے علاج خدا تعالیٰ سے انسانی تعلقات کے وسائل اور انکی رُوحانی وجسمانی ترقیات کے ذرائع اور تمام گذشتہ صداقتیں اسکے ظرف میں موجود ہیں۔ وہ تمام کو چیلنج دیتا ہے۔ ولقد صرفنا للناس فی ھذا القران من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفورا۔ ولا یاتونك بمثلٍ الا جئناك بالحق واحسن تفسیرا۔ ضرور ہم نے تمام لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر ایک اعلیٰ بات کھول کھول کر بیان کردی۔ لیکن اکثر لوگ یونہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ کوئی اعلیٰ بات نہیں پیش کر سکتے۔ مگر ہم اس کو حق اور نہایت احسن تفسیر کے ساتھ بیان کرینگے۔ یعنی تم انسان کی اصلاح اور انکی رُوحانی وجسمانی ترقیات کے متعلق کوئی ایسی بات پیش کر سکتے ہی نہیں۔ جسکو قرآن کریم نہایت عمدگی اور حسن بیان کے ساتھ واضح نہ کر چکا ہو۔ اس دعوے کی سچائی کے آزمانے کا نہایت آسان طریقہ تو یہ ہے کہ تم اس چیلنج کو منظور کر کے کوئی ایسی صداقت پیش کر دکھلاؤ۔ جو قرآن کریم میں نہ ہو ؎

(۸)

پھر قرآن کریم اپنے من رب العالمین اور ہدیً ورحمةً للعالمین ہونے کا یہ ثبوت دیتا ہے۔ فلا اقسم بمواقع النجوم وانه لقسم لو تعلمون عظیم۔ انهٗ لقران کریم فی کتابٍ مکنون لا یمسه الا المطھرون۔ میں ان ستاروں کے اصل مواقع کی قسم کھاتا ہوں۔ اور اگر تمہیں علم ہو۔ تو یہ قسم بڑی عظیم الشان ہے۔ بیشک یہ قرآن بڑی اعزاز و اکرام کا قرآن ہے۔ ایک کتاب میں پوشیدہ ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ اپنے صحیفہ قدرت کے ایک بدیہی اور ظاہر فعل کو

جسے ہر ایک انسان دیکھتا ہے۔ اپنی کلام کے اسرار دقیقہ کو ثابت کرنے کے لئے بطور شاہد کے پیش کرتا ہے۔ یہ ستارے جو تمہیں دور سے چھوٹے چھوٹے معلوم ہوتے ہیں تمہاری اپنی ہی نظر کا دھوکہ ہے۔ ورنہ دراصل اپنے مواقع پر بڑے بڑے اجسام ہیں۔ پس اسی طرح یہ قرآن کریم جو اس خالق صحیفہ قدرت کا کلام ہے۔ فی کتاب مکنون۔ کتاب کی صورت میں پوشیدہ ہے۔ اسکے معارف و حقائق دقیق ہیں۔ ان کے سمجھنے کے لئے آئینہ فطرت مصفا و مصقل چاہیئے۔

(۱۰)

پھر اس قسم سے ایک اور صداقت کی طرف یوں اشارہ فرماتا ہے۔ فلا اقسم بمواقع النجوم الخ میں ان جگہوں کی قسم کھاتا ہوں۔ جہاں یہ قرآن نجماً نجماً پہونچا۔ یعنی ان جگہوں کو بطور شہادت کے پیش کرتا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان جگہوں کو بطور شہادت کے پیش کرتا ہے کہ یہ بڑے اعزاز و اکرام کا قرآن ایک محفوظ کتاب ہے۔ جسے وہی مس کر سکتے ہیں۔ جو مطہر اور پاک ہیں۔ اور یہ کہ تنزیل من رب العالمین۔ یہ تمام جہان کے ربوبیت کرنیوالے سے نازل ہوا ہے۔ یعنے جس ملک میں یہ قرآن اُترا یا پہونچا۔ وہاں ہی اس کی تاثیر و برکت سے پاکیزہ لوگ پیدا ہو گئے۔ عرب میں نازل ہوا۔ اور وہاں اپنے معجزانہ تاثیر کی ذریعہ حیوانوں سے باخدا انسان بنا دئے۔ ایشیا اور یورپ کے جن جن مواقع و مواضع میں پہونچا۔ وہاں بھی اپنی پاکیزہ تاثیرات سے ایسے پاکیزہ لوگ پیدا کر دئے۔ جنکے شواہد اپنے اور غیر سب ہی ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو۔ دُنیا کے جس جس حصہ میں پہونچا۔ وہاں حقیقی خدا کے نام لیوا بنی نوع انسان کے خیرخواہ پیدا کر دئے۔ یہی تو رب العالمین کی ربوبیت کا ایک نشان ہے۔ اب جا کر دیکھ لو۔ ان پاکیزہ لوگوں کے نشانات یا ان کی یادگیریں موجود ہیں کہ نہیں۔ کم از کم مسجدوں کے بلند مینار تو کسی صورت میں بھی صفحہ ہستی سے مٹنے کے نہیں۔ اگر اس کتاب میں مختلف ممالک کی انسانی فطرتوں کی استعداد کے مطابق ان کی اصلاح اور ہدایت کا سامان نہ ہوتا۔ تو کبھی بھی یہ عالمگیر معجزہ دیکھنے میں نہ آتا۔ اگر کامل اور جامع ہدایت کے سوا ناقص کتاب بھی ایسا کر سکتی۔ تو وہ ہندوستان کی چاردیواری کے پرے کسی اور کی بھی خبر لیتی۔ غیروں کی خبر لینی تو درکنار۔ اُس نے ساری

دنیا کو آریہ ورت کی کوہستانی دیواروں تک ہی محدود رکھا۔ اور یہ بھی کوئی کتاب کامل ہدایت کا موجب ہوتی۔ تو وہ صرف بنی اسرائیلی کی بکھری ہوئی بھیڑوں کے اکٹھا کرنے کا ہی واویلا نہ کرتی رہتی۔

(۱۰)

ان کتابوں نے نہ تو کامل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور نہ ہی کوئی پاکیزہ نشان دنیا میں قائم کیا ہے۔ جس سے انکے کامل ہونے کا یقین ہو سکے۔ جتنا ہو سکا اپنے فرض کو پورا کر گئے چل دیں۔ لیکن قرآن کریم الیوم اکملت لکم دینکم کہکر اپنے کامل ہونے کا نہ صرف دعویٰ ہی کرتا ہے۔ بلکہ اسکے ثبوت میں اس زمانہ کو بطور شاہد کے پیش کر رہا ہے جو کامل ہدایت کا مقتضی تھا۔ اور سارے جہان کو چیلنج دیتا ہے۔ ان مختلف ممالک کو گواہ ٹھیراتا ہے۔ جہاں اسکے فیضان قدسی سے مقدس لوگ تیار ہوئے۔ ہر ایک قوم اور ہر ایک صدی نے اسکے برکات کے زندہ نشانات دیکھے۔ نہ کسی خاص قوم سے نہ کسی خاص مکان سے نہ کسی خاص زبان سے اسکے فیضان محصور ہیں۔ پہلے صحیفوں اور نوشتوں پر نہ کر موجود ہیں۔ مسٹر ٹڈل بے شک زندہ دسالی ورق گردانی کرے۔ انجیل و توراۃ کا مطالعہ کرے۔ وید اور دوسری کتابوں کو پڑھے۔ اور خوب غور سے پڑھے۔ اور آتش حسد کو مدہم کرنے کے لئے ناحق تعصب سے ایک ان پڑھ امی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو متہم کر کے ینابیع الاسلام کا کھوج نکالے۔ اس کی ساری کوشش کا نتیجہ قرآن کریم کے دعوے کی صداقت کا ثبوت ہو گا۔ جو اسنے ۱۳۰۰ برس پہلے کیا۔ ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ۔ فیہا کتب قیمۃ۔ کیا ہمارے آقا محمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک الہامی زبہے کہ انکی زبان پر وہ معجزہ نما کلام ظاہر ہوا۔ جسنے تمام آسمانی کتب و دیانت کا ایک کامل مجموعہ ہونے کا دعویٰ آج سے ۱۳۰۰ برس پیشتر کیا تھا۔

(۱۱)

قرآن کریم کا ایک نور اعجاز جو اپنے آپ میں بالکل بے نظیر ہے یہ ہے۔ کہ اسکے عالم نے خدا کو اپنا محافظ ٹھیرایا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحافظون

ہم نے اس نصیحت نامہ کو اتارا ہے۔ ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اللہ! اللہ! عاجز انسان۔ اور یہ دعوے! کبھی ممکن ہی نہیں۔ عالم الغیب خدا کے سوا کوئی دوسرا یہ دعویٰ کر سکتا ہی نہیں تھا۔ سمجھ کے حوادثات اور تغیرات کا خوف۔ مختلف زمانوں کے مذاق کے تبدیل ہونے کا ڈر۔ یہ سب اسکی جھوٹی دلیری اور جرأت کے پست کرنے کے لئے کافی ہیں۔ عاجز انسان تو اپنی زندہ جان کی ذرہ حفاظت نہیں کر سکتا۔ پھر بھلا کس طرح ممکن ہو کہ اپنی موت کے بعد وہ کسی دوسرے کا ذمہ اٹھا سکے۔ وہ حی و قیوم خدا ہے۔ جسے کبھی فنا نہیں۔ حقیقی حفاظت و قیومیت کا ضامن ہو سکتا ہے۔ اس پیشگوئی کی صداقت کو ذرا دیکھو۔ کس طرح حیرت انگیز طور پر تحریر اور نہایت مضبوط ہوتے ہوئے اہل عرب کے نہایت زبردست حافظوں میں محفوظ ہوتے ہوئے یہ کلام ہم تک پہونچا۔ اور آج دیکھنے ہو کہ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ کی کے عین مطابق تختیوں کے درمیان محفوظ۔ گھر گھر موجود ہے۔ احمق ہے وہ معترض جو یہ اعتراض کرتا ہے کہ عثمان نے جمع کیا یا فلاں نے اکٹھا کیا۔ قرآن کریم ان الفاظ سے ان کو جواب دیتا ہے۔ ان علینا جمعہ وقرآنہ ... ثم ان علینا بیانہ ہم پر ہے اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا۔ اور ہم پر ہی ہے اس کا بیان کرنا حکیم و علیم خدا نے کمال حکمت سے اس کامل کلام کو اس قوم پر نازل کیا۔ جن کے حافظے عظیم الشان طور پر قوی اور مضبوط تھے اور جو فن تحریر میں بھی بلند تھے۔ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی یہ تحریر میں ضبط کر دیا گیا۔ اور سینکڑوں بڑے بڑے حفاظ و قراء تیار ہو گئے۔ جو ازبر سارے کا سارا قرآن تھوڑے عرصہ ایک ایک رات میں ختم کر دیا کرتے تھے۔ یہ بے نظیر حفاظت اسلئے تھی کہ یہ کامل ہدایت جو تمام صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ پہلی کتابوں کی طرح ضائع نہ ہو جائے۔ کیونکہ اسکے ضائع ہونے میں ان تمام صداقتوں کا ضائع ہونا تھا۔

(۱۲)

قرآن کریم نے عین وقت پر آکر مصدق لمابین یدیہ و مہیمنا علیہ۔ تمام صداقتوں کا مصدق اور محافظ ہونے کا دعویٰ کیا۔ فیہا کتب قیمۃ کہکر سب الٰہی شریعتوں کو اپنے چھوٹے سے دامن میں سمیٹ لیا۔ اور ان کو نیست و نابود ہونے سے بچا لیا۔ معترض اعتراض

کرتا ہے کہ سرقہ ہے کیا جعلساز چور سارے جہان کو جتلا کر اپنی جعلسازی کا اسی طرح اقرار کیا کرتا ہے ؟ اِنّ ھٰذا لفی الصحف الاُولٰی۔ یعنے یہ پہلے صحیفوں میں ضرور موجود ہے۔ یہ دعویٰ قرآن کریم نے اس زمانے میں کیا تھا۔ جبکہ معلومات کا دائرہ بہت تنگ تھا۔ مگر دیکھا کہ آج ۱۳۰۰ برس کے بعد کسی متعصب مسٹر نے ایک اُمّی۔ اَن پڑھ کو جعلسازی سے مُتہم کرتے ہوئے نہیں۔ بلکہ خود اپنی ضمیر کا خون کرتے ہوئے ینابیع الاسلام کا کھوج ژندو وسطا توراۃ و انجیل و وید وغیرہا سے نکالا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس صداقت کو ثابت کرتا تو ممکن تھا کہ یہ کوئی اور بہتان گھڑ لیتے۔ مگر اس قادر مطلق خدا نے پادری ٹسڈل کی قلم سے اسکی صداقت کو ثابت کیا ہے کسی کو چون و چرا کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ عقلمند نے اعتراض کرتے وقت اتنا نہ سوچا کہ میں کس زمانے کے متعلق اعتراض کرنے لگا ہوں اور کس شخص کے متعلق یہ گپ لگانے لگا ہوں۔ کہ اس نے تمام پہلی کتابوں سے سرقہ کر کے ایک خلاصہ تیار کر لیا۔ اور کہدیا کہ آسمانی کتاب ہے۔ اگر ایک اَن پڑھ شخص زمانہ جہالت میں ایسی کتاب تیار کر سکتا ہے کہ جس میں تمام کتابوں کی صداقتوں کا نہ صرف خلاصہ ہی ہو۔ بلکہ ان کو مزید تفصیل تفسیر کے ساتھ مدلل واضح کیا ہو۔ تو میں سچ کہتا ہوں کہ اس سے بڑھکر اور کوئی معجزہ نہیں ہو سکتا۔

(۱۳)

ابتدائی یا قدیم زمانہ میں جبکہ بنی نوع انسان اپنی نیکی و بدی۔ بھلائی اور برائی سے ناواقف ناتجربہ کار تھے۔ جبکہ وے فن تحریر سے محض ناآشنا تھے۔ ان بیچاروں کو اول کامل ہدایت کی کیا حاجت تھی۔ اور پھر ان بیچاروں نے ان کتابوں کی حفاظت ہی کیا کرنی تھی۔ وہ تو خاص زمانے میں خاص قوم کی محدود امراض کو دور کرنے کے لئے آئیں۔ جب وہ زمانہ گذر گیا حالات بدل گئے۔ تو ان کی بھی حاجت نہ رہی۔ اسیوجہ سے خدا تعالیٰ نے بھی ان کی حفاظت کا ارادہ کیا ہی نہیں۔ جو وہ بھی تحریروں یا مضبوط حافظوں میں محفوظ رہیں۔ کوئی ثبوت پیش کرو کہ قرآن کریم کی طرح ان کو بھی کبھی حافظوں اور قاریوں نے یاد کیا ہو۔ اگر پہلے زمانہ میں جبکہ علوم و فنون سے لوگ بے بہرہ تھے۔ انہیں از بر حفظ کیا کرتے تھے۔ تو آج کیوں نہیں

کرتے۔ بھلا ان ضخیم اور بوجھل کتابوں کو انسانی حافظہ کہاں برداشت کر سکتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح نہیں۔ تو اب کوئی یاد کر کے دکھلا دے۔ اگر وہ کتابیں کامل ہوتیں۔ تو ضرور خدا تعالیٰ بھی ان کی حفاظت کا وعدہ کرتا۔ اگر خدا تعالیٰ ان کی حفاظت کا ارادہ کرتا۔ تو کبھی ممکن نہ تھا۔ کہ عاجز انسان ان میں تحریف و تبدیل کر سکتا۔ اجی! رام مارگی یا کوئی اور۔ آخر انسان ہی سب تھے۔ خدا نہ تھے۔ عاجز انسان ضعیف البنیان کو کب یہ طاقت ہے۔ کہ وہ قادر مطلق خدا کے زبردست ارادے کے برخلاف کم و بیش کر سکے۔ یہ مت سمجھو کہ خدا تعالےٰ کے الہام میں نقص لازم آتا ہے الہام اپنی ذات میں الہام ہی ہے۔ سورج کی روشنی جو ایک پتھر پر پڑ رہی ہے۔ پانی میں چمک رہی ہے۔ شیشے میں جھلملا رہی ہے۔ آخر روشنی ہی ہے۔ سب الہام اس لحاظ سے کہ وہ اس پاک ذات کے کلام ہیں یکساں ہیں۔ لیکن زمانہ کے استعداد کے مطابق اگر ان میں کمی و بیشی ہے۔ تو اس سے الہام کی ذات میں نقص نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کی طبائع میں کمزوری ہوتی ہے۔ جن پر الہام نازل ہوتا ہے۔ کامل استاد کا علم ناقص نہیں۔ بلکہ ابھی بچے کی عقل ہی اس کی اعلیٰ باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ وہ استاد بڑا احمق ہے۔ جو بچوں کی استعداد و لیاقت کو نہیں دیکھتا۔ اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر یونہی طول طویل بکواس کئے جاتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی کیا عمدہ فرماتے ہیں۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں۔ اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے۔ وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگی۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہیں کہے گی۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ۔ جو کچھ سُنیگی سو کہیگی۔ یہ دعوے الیوم اکملت لکم دینکم کا صرف قرآن کریم ہی نے کیا ہے۔ اور اسلئے اللہ تعالیٰ نے اسکی حفاظت کا وعدہ کر کے ہزاروں ہزار حفاظ ہر زمانہ میں تیار کر دئے ہیں۔ اور یہ اعجاز صرف اس کلام کو ہی حاصل ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اگر دوسری کتابیں بھی کامل ہدایت ہوتیں۔ اور انسان کی نفسانی بیماریوں کے استیصال کے لئے کامل شفا ہوتیں۔ تو بے شک زمانے کے خورد برد سے محفوظ و مامون رہتیں۔ واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ کذلک یضرب اللہ الامثال۔

احمد موعود

اور

اُس کے امتیازی نشانات

اسمہٗ احمد کے رو سے احمد موعود کیلئے پہلی شرط اور علامت یہ ہے کہ اسکا اصلی نام بطور علم کے احمد ہو جس کے ساتھ زندگی میں عام طور پر خطاب و ندا ہوتی ہو۔ یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ لسان العرب میں لکھا ہے۔ واسم الشی وسمہ وسماہ علامۃ۔ اور علامت کہتے ہیں ما یوجد فی الشی ولا یوجد فی غیرہٖ یعنی علامت وہ چیز ہے۔ کہ جس شے کی وہ علامت ہے اسمیں وہ پائی جاتی ہو۔ اور غیر میں نہیں پائی جاتی چنانچہ حضرت مسیح موعود بھی اسم کی تعریف فرماتے ہوئے یہی لکھتے ہیں۔

"اسم مشتق ہے وسم سے اور وسمہ عربی زبان میں داغ کرنیکو کہتے ہیں عربی میں کہتے ہیں۔ السمہ او بیل۔ یہ اسوقت کہتے ہیں۔ جبکہ کوئی شخص اپنے لئے کوئی نشان مقرر کرے جس سے وہ پہچانا جائے۔ اور دیگر شخاص عامہ سے اس کے ساتھ ممتاز ہو" (اعجاز المسیح)

اب ہم جو تحقیق کرتے ہیں۔ تو ہمیں صریح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا اصلی نام محمد تھا۔ احمد نہ تھا۔ اور حضرت مسیح موعود کا اصلی نام احمد تھا۔ کوئی اور نہ تھا۔ پس ثابت ہوا کہ احمد موعود حضرت مسیح موعود ہی ہیں +

آنحضرت صلعم کا اصلی نام بطور علم کے احمد نہ تھا۔ بلکہ محمد تھا۔ عیاں را چہ بیاں کا مصداق ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"فرشتہ نے آمنہ پر ظاہر ہو کر کہا تھا۔ کہ تیرے پیٹ میں ایک لڑکا ہے۔ جو عظیم الشان نبی ہوگا۔ اسکا نام محمد رکھنا" (اشتہار واجب الاظہار صفحہ ؟)

"ابراہیم نے اپنی طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر جنم لیا۔ اور محمدؐ کے نام سے پکارا گیا صلی اللہ علیہ وسلم" (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۵ حاشیہ)

"وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

نام اس کا ہے محمد دلبر میرا وہی ہے" (دُرِّثمین)

ان حوالجات سے ظاہر اور باہر ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کا نام بطور علم کے احمد نہ تھا بلکہ محمد تھا۔ لیکن اس جگہ طبعاً ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود نے متعدد مقامات پر آنحضرت صلعم کا نام محمد کیساتھ احمد بھی لکھا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ احمد آنحضرت صلعم کا نام بطور عَلَم کے ہرگز نہیں تھا۔ بلکہ بطور وصف کے تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ان دونوں صفات کیوجہ سے آپ کا (آنحضرت صلعم کا) نام احمدؐ تھا یعنی خدا کا سچا پرستار اور اس کے فضل اور رحم کا شکرگذار" (تحفہ گولڑیہ صہ ۹۷)

اس حوالہ سے بصراحت معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کا سچا پرستار اور اس کے فضل اور رحم کا شکر گذار ہونیکی وجہ سے یعنی ان دونوں صفات کیوجہ سے آپ کا نام احمدؐ تھا۔ ہاں حضرت مسیح موعود کا نام بطور علم کے احمد تھا۔ اس سے انکار نہیں کہ حضرت مسیح موعود زیادہ تر اپنا یہ نام لکھتے رہے ہیں **میرزا غلام احمد قادیانی**۔ اور بے شک والدین کا رکھا ہوا پورا نام **غلام احمد** ہے۔ لیکن اس تمام نام میں سے اصل حصہ اس نام کا احمد تھا۔ اور غلام کا لفظ بطور رسم ملکی اور خاندانی کے تھا۔ کیونکہ ہندوستان میں یہ عام طریق ہے کہ مفرد نام بجز شاذو نادر کے نہیں بولتے۔ بلکہ ضرور اس کے ساتھ دوسرا لفظ لگا دیتے ہیں۔ جیسے محمد احمد۔ محمد حسین۔ محمد حسن۔ محمد یوسف۔ محمد مسیح۔ محمد علی وغیرہ وغیرہ۔ پس حضرت مسیح موعود کا گو پورا نام غلام احمد ہے لیکن اس تمام نام میں اصل حصہ نام کا احمد تھا کیونکہ اصل نام وہی ہوتا ہے۔ جو نام کا چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا ہو۔ اور جسے انسان الگ استعمال کرتا ہو۔ اور اس پورے نام میں اصل نام احمد ہونے کے کئی ثبوت ہیں:۔

پہلا ثبوت:۔ آپ کے والد کی شہادت موجود ہے۔ کہ انہوں نے آپ کے نام پر جو گاؤں آباد کیا۔ اور بسایا۔ اس کا نام احمد آباد رکھا۔ نہ کہ غلام احمد آباد۔

دوسرا ثبوت:۔ اگر غلام کا لفظ یہاں پر احمد کی طرف مضاف مانا جاوے۔ تو حضرت مسیح موعود نے اپنے بیٹوں کے نام میں احمد کیطرف غلام کی اضافت کو مدنظر نہیں رکھا۔ جیسا کہ بشیر احمد شریف احمد مبارک احمد۔ اور اپنی کتابوں کے نام میں بھی احمد کیطرف غلام کو ہرگز اضافت نہیں دی۔ مثلاً

براہین احمدیہ - اعجاز احمدی وغیرہ وغیرہ - پس اس سے صاف ظاہر ہے - کہ آپکا اصل نام احمد تھا۔

تیسرا ثبوت: - تیسرا ثبوت جو نہایت زبردست ہے - کہ غلام کا لفظ ہرگز احمد کیطرف مضاف نہیں ہے - کہ حضرت مسیح موعود غلام کو بمعنی عبد بتاتے ہیں - اور اپنے نام غلام احمد کو نبی کریمؐ کے نام عبدہ محمدؐ کے مترادف فرماتے ہیں - جیسا کہ ایام الصلح اردو ص۱۶۷ میں ہے -

"ہمارے نبی صلعم کا نام عبد بھی ہے - اور اس لئے خدا نے عبد نام رکھا - کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذل ہے ...... پس وہ علمی حالت کے لحاظ سے مہدی ہیں - اور عملی کیفیت کے لحاظ عبد ہیں ...... اور چونکہ مہدی موعود کو بھی عبودیت کا مرتبہ آنحضرتؐ کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے - اس لئے مہدی موعود میں عبد کے لفظ کی کیفیت غلام کے لفظ سے ظاہر کیگئی - یعنی اسکا نام غلام احمد کرکے پکارا گیا غلام کا لفظ اس عبودیت کو ظاہر کرتا ہے - جو ظلی طور پر مہدی موعود میں بھی ہونی چاہیئے" فتدبر -

چوتھا ثبوت: - خدا تعالےٰ نے آپ کو اپنی وحی میں بارہا یا احمد کرکے پکارا - اور ایک دفعہ بھی یا غلام احمد کرکے نہیں پکارا - باقی ایک الہام ہے - غلام احمد کی جے - اس الہام میں مسیح موعود مخاطب نہیں - بلکہ مراد ہیں - اور یہ ایک صفاتی نام ہے - اور ممکن ہے - کہ اس سے مسیح موعود کے کسی غلام کیطرف اشارہ ہو - چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰) پھر فرمایا "خدا نے اپنے اسم اعظم کا ایک شخص مظہر بنایا - اور اسکا نام احمد رکھا" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۲

پانچواں ثبوت: - قرآن شریف کی شہادت :- کہ مسیح موعود کا نام احمد تھا -

"میرے دعوے کی نسبت قرآن کریم نے اسقدر پورے پورے قرائن اور علامات کے ساتھ ذکر کیا ہے - کہ ایک سورۃ سے میرا نام بتلا دیا ہے" تذکرۃ الشہادتین ص

چھٹا ثبوت: - آنحضرت صلعم کی شہادت :- اسمہ اسمی ویدفن معی فی قبری - یعنے مسیح موعود کا نام میرا نام ہوگا - اب آنحضرت صلعم کا نام غلام احمد نہیں تھا - بیشک آپ کا ایک نام احمد تھا - پس آنحضرت صلعم کی شہادت ہے - کہ مسیح موعود کا نام احمد ہے -

علاوہ اس کے بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ کہ مہدی موعود کا نام احمد ہوگا۔

ساتواں ثبوت:۔ پہلے اولیاء اللہ کی شہادتیں:۔ کہ مسیح موعود کا اصلی نام احمدؑ ہے۔ جیسے کہ شاہ نعمت اللہ ولی نے فرمایا۔ جسکو حضرت مسیح موعود اپنے رسالہ نشان آسمانی ص۷ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ح م و دال مے خوانم نام آں نامدار مے بینم"

یعنی کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا۔ کہ نام اس امام کا احمد ہوگا۔ (نزول المسیح ص۱۳۳)

آٹھواں ثبوت:۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کی شہادت ہے۔ کہ آپ اپنے رسالہ مبادی الصرف میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "محمد صلعم خاص نام ہمارے سید و مولےٰ خاتم النبیین کا ہے۔۔۔۔ اور احمد نام ہمارے اس امام کا ہے۔ جو قادیان سے ظاہر ہوا"

نواں ثبوت:۔ خود مولوی محمد علی اور انکی متفقہ انجمن کی شہادت ہے۔ کہ انکے نزدیک حضرت مسیح موعود کا اصلی نام احمد ہے۔ غلام احمد نہیں۔ چنانچہ الوصیت کے ص۷ پر لکھا ہے:۔
"اور چاہیئے۔ کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر لوگوں سے بیعت لیویں"

اس حکم کے ماتحت انجمن اشاعت اسلام لاہور کیطرف سے جو الفاظ بیعت شائع ہوئے ہیں۔ ان کی عبارت یہ ہے:۔

"آج میں محمد علی کے ہاتھ پر احمدؑ کی بیعت داخل ہو کر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں"

دسواں ثبوت:۔ ۔۔۔۔ حضرت مسیح موعود کے اصلی نام احمد ہونے پر یہ ہے۔ کہ آپ نے کئی کتابوں کے خاتمہ پر اپنا نام صرف احمد لکھا ہے۔ چنانچہ حمامۃ البشریٰ عربی الراقم مرزا احمد پھر نجم الہدیٰ کے ص۱۰ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ ایک خط ہے جو خواص لوگوں اور قوموں کے برگزیدوں کی طرف لکھا گیا ہے۔ اور یہ خدا کے بندے احمد کیطرف سے ہے۔ علاوہ اس کے ہمیشہ بیعت کے وقت آپ اپنا نام احمد فرماتے رہے۔

پس اگر آپ کا اصل نام احمد نہ ہوتا۔ تو کیوں آپ صرف اپنا نام احمد لکھتے۔ اور بیعت کے وقت اپنا نام احمد کر کے فرماتے۔ پس یہ غلط ہے۔ کہ غلام کو مضاف اور غلام احمد کو اصل نام اور احمد کو اسکا اختصار قرار دیا جاوے۔ بلکہ لازماً ان یقیناً ان قطعی ثبوتوں کے ہوتے ہوئے

ماننا پڑتا ہے۔ کہ احمد بھی مسیح موعود کا اصل نام ہے۔ اور غلام کا لفظ محض عبد کے قائم مقام ہوکر
آنحضرت صلعم کی ظلیت تامہ کو ظاہر کرنے والا ہے۔

الغرض ان دلائل قویہ سے اسبات کا کامل ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا اصل نام
بطور علم کے احمد تھا۔ غلام احمد نہ تھا۔ پس چونکہ احمد کا نام بطور نام بھی علم کے ہونا احمد موعود کے
لئے ایک شرط ہے۔ اور وہ شرط مسیح موعود میں پائی جاتی ہے۔ اسلئے حضرت مسیح موعود ہی احمد موعود ہیں

دوسرا النشان:۔ احمد موعود کیلئے دوسری شرط اور علامت یہ ہے۔ کہ کلام الٰہی میں
اسکو احمد نام کے ساتھ بتصریح مخاطب کیا جاوے۔ اور نیز اس کے رسول ہونیکو احمد نام سے
نسبت دیجاوے۔ یعنی وہ احمد نام کے ساتھ دنیا میں رسول کرکے بھیجا جاوے۔ کیونکہ خواص اور
اہل معرفت کے نزدیک اسم اصل حقیقت کیلئے سایہ کیطرح ہے جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور تم جانتے ہو کہ اسم وہ چیز ہے۔ کہ جس کے ساتھ کسی چیز کو پہچان لیتے ہیں۔ مگر
خواص اور اہل معرفت کے نزدیک اسم اصل حقیقت کیلئے سایہ کیطرح ہے۔ بلکہ
کچھ شک و شبہ نہیں۔ کہ سارے اسماء جو مسمیات کیطرف منسوب ہیں۔ وہ اپنے مسمیات
کیلئے صورت نوعیہ کیطرح ہیں۔ اور حقائق اور معارف کے پرندوں کیلئے گھونسلوں کیطرح ہیں"

پس جبکہ حسب تصریح مندرجہ بالا تحریر کے مسمیات میں اپنے اسماء کی حقیقت اور مفہوم کا قائم
ہونا ضروری ہے۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ کلام الٰہی میں احمد موعود کا نام بتصریح
احمد رکھا جاوے۔ کیونکہ والدین کے رکھے ہوئے نام میں اوصاف مفہوم اور مسمیات کا قائم و دائم
رہنا کچھ ضروری نہیں۔ بجز ان ناموں کے جو الہاماً یا کشفاً یا اتفاقاً مطابق علم الٰہی کے رکھے
گئے ہوں۔ لیکن خدا کے رکھے ہوؤں ناموں میں اس نام کے اوصاف مفہوم اور حقیقت کا دائم
اور قائم رہنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا ایسا نہیں۔ کہ دھوکہ کھاوے۔ یا جھوٹ بولے
اور کسی مصلحت سے وہ ایسا نام دیوے جسکی نسبت وہ جانتا ہے۔ کہ دراصل وہ شخص اس نام کے لائق
نہیں۔ اس لئے یہ بات محقق امر ہے۔ کہ فخر کے لائق وہی نام ہوتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کیطرف
سے ملتا ہے۔ کیونکہ زمینی نام الہامی نام کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ
ایک شخص کا نام عبد الرحمٰن ہو۔ اور وہ عبد الشیطان ثابت ہو۔ یا کسی کا نام دوست محمد ہو۔ اور

وہ دشمن محمد ثابت ہو۔ یا کسی کا نام کمال الدین ہو۔ اور وہ زوال الدین ثابت ہو۔ لیکن کلام الٰہی میں اگر کسی کو ایک نام سے اعزاز بخشا جاوے۔ تو ضروری ہے۔ کہ اس نام کے اوصاف اس شخص میں پائے جاویں۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ احمد موعود کیلئے کلام الٰہی میں اسکا نام بتصریح احمد ہونا شرط ہے۔

بے شک حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دو نام ملے۔ محمد واحمد یا آپکے دو نام تھے۔ محمدؐ و احمدؐ اور ہم بھی اسکو بالیقین مانتے ہیں۔ کہ آنحضرت کو منجانب اللہ احمد کا نام دیا گیا تھا۔ لیکن یہ بات آپ کی کسی تحریر یا تقریر سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ کہ کلام الٰہی میں کسی جگہ آنحضرت صلعم کا نام بطور علم کے احمد ہے۔ یعنی آپ کو کبھی اس نام سے خدا تعالیٰ نے مخاطب اور ندا کیا۔ البتہ حضرت مسیح موعود کو کلام الٰہی میں بتصریح احمد کے نام سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اور آپکو اس نام سے رسول کرکے مبعوث کیا گیا۔ ملاحظہ ہو الہام۔ بشریٰ لک یا احمدی اور انا ارسلنا احمد اور یا احمد جعلت مرسلاً جس سے واضح ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود ہی احمد ہیں۔

تیسرا نشان:۔ احمد موعود کیلئے تیسری لازمی شرط جو نہایت ضروری اور فیصلہ کن ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ احمد نام بطور اسم اعظم کے احمد ہو کیونکہ سنت اللہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے بعض انبیاء کو ایک سے زیادہ ناموں سے یاد فرماتا اور خطاب اور ندا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم کو کئی ناموں سے یاد فرمایا۔ اور خطاب کیا۔ اور حضرت مسیح موعود کو بھی کئی ناموں سے یاد کیا۔ لیکن ان تمام اسماء الہامیہ میں ایک نام ایسا ہوتا ہے جسکے ساتھ نبی کو خدا تعالیٰ بمقابلہ دوسرے ناموں کے امتیازی خصوصیت بخشتا ہے۔ جو نام اسم اعظم ہوتا ہے۔ اور ضروری ہے کہ ایسا ہو۔ کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر ایک چیز کا فرد اعلےٰ صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ پس اس لئے ناموں کا فرد اعلےٰ بھی صرف ایک ہی ہونا چاہیئے۔ جسکو اسم اعظم کہتے ہیں۔ اسی کے مطابق خدا تعالیٰ کے اسماء میں ایک ہی اسم ایسا ہے۔ جو اسم اعظم ہے۔ یعنی اسم اللہ۔ جو باقی تمام اسماء کا موصوف ہے۔ پس ابھو ایک سے زیادہ الہامی ناموں کے حسب تصریح الفاظ "اسمہ احمد" احمد موعود کیلئے یہ شرط قرار دینی پڑیگی۔ کہ اسماء جو منجانب اللہ اسکو ملے ہیں۔ ان تمام میں احمد اسکا وہ نام ہو۔ جو بطور اسم اعظم ہو۔ اور جو باقی تمام دوسرے اسماء کا موصوف ہو۔ کیونکہ اسم وہ شئے ہے جس کے ساتھ کسی کو پہچان لیتے ہیں۔

اور کسی چیز کا آسانی سے پہچان لینا یا تو علم پر موقوف ہے۔ اور یا صفاتی ناموں کے اسم اعظم پر موقوف ہے اور اگر "اسمہ احمد" سے صفاتی اسم اعظم مراد نہو۔ اور نہ ہی علم مراد ہو۔ بلکہ محض ایک صفاتی نام ہو۔ تو اسمہ احمد کا مقصود ہرگز ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔ اور اسم اعظم کے تین امتیازی نشان ہیں:۔

(۱) اول یہ کہ بمقابلہ دوسرے ناموں کے اسم اعظم کا کثرت سے ذکر ہوتا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ نبی ہمیشہ اپنے اسم اعظم پر لوگوں سے بیعت لیتا اور انکو اپنے سلسلہ میں داخل کرتا ہے (۳) تیسرے یہ کہ نبی اپنے تمام دعوی اور کاروبار کا دارومدار اپنے اسم اعظم پر رکھتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا آنحضرت صلعم کا اسم اعظم احمد تھا۔ یا محمدؐ اور مسیح موعود کا اسم اعظم احمد تھا یا کوئی اور۔

تمام اسماء جو آنحضرت صلعم کو منجانب اللہ الہاماً یا کشفاً مطابق علم الہی کے ملے ہیں۔ ان تمام اسماء صفاتیہ میں آنحضرت صلعم کا اسم اعظم محمدؐ تھا۔ احمد نہ تھا۔ کیونکہ یہی وہ نام ہے۔ جس پر آپ کے سارے دعوی کا دارومدار ہے۔ یہی وہ نام ہے جو تمام عبادات اسلامیہ میں داخل کیا گیا ہے۔ یہی وہ نام ہے جس پر آپ لوگوں سے بیعت لیتے اور اپنے سلسلہ میں داخل کرتے تھے۔ یہی وہ نام ہے۔ جسکے ساتھ آپ اپنے دعوے نبوت اور رسالت کو پیش کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت رسول اللہ صلعم کے دو ہی نام تھے۔ محمدؐ اور احمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرت صلعم کا اسم اعظم محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اللہ ہے۔ اسم اللہ دیگر کل اسماء مثلاً حی۔ قیوم۔ رحمٰن۔ رحیم وغیرہ کا موصوف ہے" الحکم۔ ڈائری ۲۲۔ جنوری ۱۹۰۱ء

اب حضرت مسیح موعود کے اسماء صفاتیہ جو الہاماً منجانب اللہ آپکو ہوئے۔ انکی طرف ذرا نظر دوڑاؤ یقیناً تمہیں روز روشن کیطرح اسبات کا ثبوت ملیگا۔ کہ حضرت مسیح موعود کا اسم اعظم احمد ہے۔ کیونکہ آپکے الہامات میں بمقابلہ دوسرے اسماء کے کثرت اسم احمد کی ہے۔ بلکہ ایسی کثرت ہے۔ کہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ آپ کا نام صرف احمد ہی ہے۔ اور کوئی ہے ہی نہیں۔ پھر آپ کے سارے کاروبار کا دارومدار اسی نام پر ہے جیسے کہ فرمایا

گر نہ ہوتا نام احمدؐ جس پہ میرا سب مدار
پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب

پھر باوجود آپکے سینکڑوں اسماء کے آپ اپنے اسی نام پر بیعت لیتے تھے۔ آپ نے اسی نام پر اپنے سلسلہ کا نام رکھا۔ یعنی سلسلہ احمدیہ۔ آپ نے اسی نام سے اپنے پیروں کو موسوم ہونیکی

ہدایت کی۔ یعنی احمدی۔ آپ خدا تعالیٰ کیطرف سے صرف اسی نام کے ساتھ رسول کر کے بھیجے گئے۔ جیساکہ الہام انا ارسلنا احمد۔ اور الہام یا احمد جعلت مرسلاً وغیرہ شاہد ہیں۔ غرض آپ کا اسم اعظم احمد تھا۔ جیساکہ ایک جگہ اسکی تصریح بھی کر دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا نے اپنے اسم اعظم کا ایک شخص کو مظہر بنایا۔ . . . اور اسکا نام احمد رکھا" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۵)

پھر لکھتے ہیں:۔

"جس طرح اللہ کا نام محمد تعالیٰ کیلئے اسم اعظم ہے۔ اسیطرح احمد کا نام نوع انسان میں سے اس انسان کا اسم اعظم ہے۔ جسکو آسمان پر یہ نام عطا ہوتا ہے۔ اس کے بڑھکر انسان کیلئے اور کوئی نام نہیں۔ . . . آخری زمانہ کیلئے مقدر تھا۔ کہ ایکطرف شیطانی قوی کا کمال درجہ پر ظہور اور بروز ہو۔ اور شیطان کا اسم اعظم زمین پر ظاہر ہو۔ پھر اس کے مقابل وہ اسم ظاہر ہو جو خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کا ظل ہے یعنی احمد۔ اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر کیا گیا۔" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۰

اب دیکھو ان حوالجات میں حضرت مسیح موعود کس صراحت سے اپنا اسم اعظم احمد قرار دیتے ہیں۔ اور مزید برآں اسم احمد کا اسم اعظم ہونا۔ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر فرماتے ہیں۔ جو مسیح موعود کی بعثت کا وقت مقرر ہے جس سے بدیہی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ وہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ گو پہلے بھی کسی نبی کا نام احمد رکھا گیا ہو۔ لیکن اس کے لئے وہ نام اسکا اسم اعظم نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسم احمد کا اسم اعظم ہونا مسیح موعود کیلئے مقدر ہے۔ اور وہی اس پیشگوئی کے مصداق ہو سکتے ہیں۔ الغرض حضرت مسیح موعود کا اسم اعظم احمد ہے۔

چوتھا نشان:۔ چہارم بطور امتیازی نشان احمد موعود کے لئے یہ لازمی شرط اور ضروری علامت ہے۔ کہ وہ اکمل اور اتم طور پر بحر احمد صفت عیسٰے ہو۔ یعنی وہ حضرت عیسٰے کا مثیل تام ہو۔ اور نیز وہ ساری عمر لڑائی اور خونریزی کرنا تو الگ رہا۔ ان کا نام تک بھی نہ لیوے کیونکہ اسم احمد اور اسم عیسٰے اپنی ماہیت حقیقت کیفیت مآل اور انجام کے رو سے ایک ہیں۔ فرماتے ہیں:

"خدا کے اسم اعظم کی تجلی اعظم جسکا مظہر اتم اسم احمد ہے جیساکہ ابھی بیان ہو چکا ہے یہی وجہ چاہتی تھی۔ جو لڑائی اور خونریزی کا نام نہ لے۔ اور آشتی اور محبت اور صلحکاری کو دنیا میں پھیلاوے۔ ایساہی ستارہ مشتری کی تاثیر کا بھی یہی تقاضا تھا۔ کہ خونریزی کیلئے تلوار

نہ پکڑی جاوے۔ ایسا ہی ہزار ششم کا آخری حصہ جو جمعیت کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور تمام تفرقوں اور نقصانوں کو درمیان سے اٹھا کر اس مجموعہ مخلوقات کو مع ان کے امام کے دکھلاتا ہے جو نظیر گذشتہ کے لحاظ سے تمام ملل آشتی اور صلح سے بھرا ہوا ہے یہی چاہتا تھا کہ تفرقہ اور نفاق معہ اپنے لوازم کے جو جنگ اور جدل ہے۔ درمیان سے اٹھ جاوے۔" (تحفہ گولڑیہ صفحہ ...)

(۲) "اسم عیسیٰ اور اسم احمد ماہیت میں ایک ہی ہیں۔ اور وہ ہر دو نام از روئے کیفیت جمال اور ترک قتال پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اسم محمد قہر اور جلال پر دلالت کرتا ہے۔" (اعجاز المسیح)

(۳) "اور اس آنیوالے کا نام جو احمد رکھا گیا۔ وہ بھی اس کے مثیل ہونیکی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد جلالی نام ہے۔ اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسےٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ مگر ہمارے نبی صلعم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔ یعنی جامع جلال اور جمال لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے۔ بھیجا گیا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۷)

(۴) "اور یہ نام (احمد) اپنی حقیقت کی رو سے یسوع کے نام کا مترادف ہے۔" (تحفہ گولڑیہ صفحہ ۹۶)

"جلالی نبی یعنی موسیٰ نے ایسا نام پیشگوئی میں اختیار کیا۔ جو اس کے اپنے حال کے موافق تھا۔ یعنی محمد جو جلالی نام ہے۔ اور اسی طرح حضرت عیسےٰ نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا جو جمالی نام ہے۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ جمالی نبی تھے۔ اور قہر اور قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا تھا۔ خلاصہ کلام یہ کہ موسےٰ اور عیسےٰ میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے مثیل کیطرف اشارہ کیا۔"

یہ حوالجات کسی مزید تشریح کے محتاج نہیں ان میں بصراحت بیان کیا گیا ہے۔ کہ احمد کو جو صفات لازم ہیں ان میں سے احمد موعود کیلئے یہ ایک نہایت ہی ضروری علامت اور لازمی شرط ہے۔ کہ وہ حضرت عیسےٰ کا مثیل نام ہو۔ اور جمالی نبی ہو۔ اور از یوم ولادت تا دم مرگ وہ لڑائی اور خونریزی کا نام نہ لے اور آشتی اور محبت اور صلحکاری کو دنیا میں پھیلاوے۔ اب اس شرط کے رو سے احباب ذرا غور کریں کہ آیا حضرت مسیح موعود ٹھہرتے ہیں۔ یا مسیح موعود۔

یہ بھی ٹھیک ہے کہ آنحضرت صلعم مثیل عیسےٰ بھی تھے لیکن محض احمد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ آپ بعض رنگ میں مثیل عیسےٰ ہیں۔ لیکن حضرت عیسےٰ کے مثیل نام ہرگز نہیں۔ آپ کھلے کھلے طور پر

مثیلِ تام حضرت موسیٰ کے ہیں۔ اور آپ کی اشد اور اتم مماثلت حضرت موسیٰ سے ہی ہے حضرت عیسیٰ سے نہیں۔ پس جیسے باریک اور مخفی رنگ میں آپ مثیل عیسیٰ ہیں۔ ویسے ہی باریک اور مخفی رنگ میں آپ احمد موعود بھی ہیں۔ اور محض اسی بناء پر حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کو بھی احمد موعود قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:-

"چونکہ آنحضرت صلعم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت ہے۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ آنحضرت صلعم کو حضرت موسیٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا۔ لیکن چونکہ آنجناب صلعم کو حضرت عیسیٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلا دیا۔ پس درحقیقت مہدی اور مسیح ہونے کے دونوں جوہر آنحضرت صلعم کی ذات میں موجود تھے۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۹۶)

حضرت مسیح موعود تو یہاں تک لکھتے ہیں:

"انصاف ہمیں اس گواہی کیلئے مجبور کرتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ مماثلت نہیں۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۱)

پس جبکہ حضرت عیسیٰ ؑ کو حضرت موسیٰ ؑ سے کچھ مماثلت نہیں۔ تو نبی کریم تو بدرجہ اولیٰ ہرگز حضرت مسیح ؑ کے مثیل تام نہیں ٹھہر سکتے۔

ہاں حضرت مسیح موعود حضرت عیسیٰ ؑ کے مثیل تام تھے۔ اس لئے آپ ہی احمد موعود ہیں۔ جیسا کہ ازالہ اوہام کی عبارت سے ؎۔

"لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہو بھیجا گیا۔"

پس یہ امر قطعی فیصلہ شدہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ہی حضرت عیسیٰ کے مثیل تام ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو زیادہ نہیں تذکرۃ الشہادتین کے دو صفحات پڑھ لیوے۔ جسمیں حضرت مسیح موعود نے ۱۶ خصوصیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنے آپکو مثیل تام پیش کیا ہے۔ چونکہ آپ ہی عیسیٰ کے مثیل تام ہیں۔ اس لئے آپ ہی احمد موعود ہیں۔

پانچواں نشان :- بطور امتیازی نشان کے احمد موعود کیلئے یہ نہایت واضح علامت ہے۔ کہ وہ چاند کیطرح فقط جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہو۔ اور روحانی طور پر اپنی مشابہت تامہ

چاند سے رکھے۔ یعنی وہ روحانی سلسلہ کا بدر تام ہو۔ کیونکہ اسم احمد اور اسم قمر اپنی جمالی تجلی کے رو سے ایک ہیں۔ جیسے چاند جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ ایسا ہی اسم اعظم جمالی تجلی کے مظہر اعظم کو چاہتا ہے۔ کیونکہ اسم احمد جمالی نام ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود نے اسکو بیسیوں جگہ تحریر فرمایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اسم محمد جلالی نام ہے ۔۔۔۔۔۔ لیکن اسم احمد جمالی نام ہے"۔ (اشتہار واجب الاظہار)

پھر فرماتے ہیں:۔

"بعثت دوم جس کیطرف آیت کریمہ آخرین منھم میں اشارہ ہے۔ وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے۔ جو اسم جمالی ہے"۔ (تحفہ گولڑویہ صہ ۹۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے۔ جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے"۔ (حاشیہ تحفہ گولڑیہ صہ ۹۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی"۔ (ازالہ اوہام صہ ۳۳۷)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اسم محمد جلالی نام ہے ۔۔۔۔۔۔ اسم احمد جمالی نام ہے"۔ (اعجاز المسیح صہ ۱۲۴)

پس ایک اور ایک دو کی طرح ثابت امر ہے۔ کہ اسم محمد جلالی نام ہے۔ اور جلالی تجلی کو چاہتا ہے اور اسم احمد جمالی نام ہے۔ اور جمالی تجلی کو چاہتا ہے۔ اور نیز یہ بھی ایک فیصلہ شدہ امر ہے۔ کہ سورج جلالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ اور چاند جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہے اور کسی کو انکار نہیں کہ سورج مظہر جلال اور چاند مظہر جمال ہے۔ کیونکہ یہ ایک شاہدہ ہے۔ اور مشاہدہ کا انکار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے بھی اسکو لکھا ہے۔ جیسا کہ آنجناب فرماتے ہیں:

"تم خوب توجہ کرکے سن لو۔ کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنیکا وقت نہیں۔ یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے۔ اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔ اب اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنے کا وقت ہے یعنی جمالی طور کی خدمات

کے ایام ہیں (اربعین نمبر ۴ صد ۱۴)

اب دیکھو ان حوالوں سے بصراحت اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ اسم محمدؐ جلالی نام ہے۔ اور جلالی تجلی کے رنگ سے سورج اور محمدؐ ایک ہی ہیں۔ اور اسم احمد جمالی نام ہے۔ اور جمالی تجلی کے رو سے چاند اور احمدؐ ایک ہیں۔

آنحضرت صلعم باوجود اسم احمد کے مظہر اول اور مظہر اصلی یعنی بالذات اصالتاً ہونیکے بھی احمد موعود نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود باوجود احمد کے مظہر ثانی اور مظہر ظلی یعنی بواسطہ آنحضرت صلعم ہونے کے احمد موعود ہیں۔ بیشک یہ نہایت ہی مشکل پیچیدگی ہے جسکا حل ایک مشکل کام ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس پیچیدگی کو سورج اور چاند پیدا کرکے پہلے ہی سے خوب حل کر چھوڑا ہے۔

سورج میں کیا بات ہے۔ یہی کہ وہ جامع جلال و جمال ہے۔ اور اسمیں جمال اولاً اور اصالتاً ہے۔ چاند کیا ہے۔ یہی کہ وہ مجرد جمال ہے۔ اور اسمیں جمال ثانیاً اور ظلاً یعنی سورج کے واسطہ اور فیض سے ہے۔ لیکن سورج باوجود اس بات کے کہ وہ جمالی تجلی کا مظہر اول اور مظہر اصلی اور از خود علی وجہ الاتم بالفعل طور پر جمالی تجلی کا مظہر نہیں یعنی سورج اپنی قمری حقیقت کو قوہ سے فعل میں کامل طور سے نہیں لاتا۔ بلکہ وہ اپنی ذات میں بالفعل طور پر جلالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ اس کے مقابل چاند کو لو چاند باوجود اس بات کے کہ وہ جمالی تجلی کا مظہر ثانی اور مظہر ظلی بھی ظلی طور پر یعنی بواسطہ سورج کے ہے۔ پھر بھی وہ جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ اور سورج کی نسبت چاند میں جمالی تجلی بدرجہا اکمل اور اقوی اور اشد ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں سورج جمالی صفت کا منبع اور مصدر اور اصل ہونے کے اعتبار سے حقیقی چاند ہے۔ لیکن اپنی ذات سے علی وجہ الاتم تجلی قمریہ یعنی جمالی صفت کا بالفعل مظہر نہ ہونے سے وہ حقیقی چاند نہیں۔ اور چاند اپنی ذات میں جمالی صفت کا مظہر ثانی اور جمال کو سورج سے ظلی طور پر حاصل کرنیکے اعتبار سے مجازی ہے۔ لیکن اپنی ذات سے علی وجہ الاتم بالفعل طور پر جمالی صفت کا مظہر اتم ہونے سے حقیقی چاند ہے۔ بعینہ یہی وہ بات ہے۔ جو مسیح موعود نے تحفہ گولڑویہ میں فرمائی ہے۔ کہ برطبق پیشگوئی اسمہ احمد حقیقی احمد (یعنی آنحضرت صلعم) نے مجازی احمد (یعنی مسیح موعود) کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی کو ظاہر کیا اور نادان لوگوں نے اسکے معنی کچھ کے کچھ بنا لئے۔ حالانکہ یہ بعینہ وہی بات ہے کہ جسطرح سورج چاند کے پیرایہ میں اپنی جمالی تجلی ظاہر کرتا ہے۔ اسیطرح آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کے پیرایہ میں

ہو کر اپنی جمالی تجلی کو ظاہر کیا۔

۱۔ **جسطرح** سورج جامع جلال اور جمالی ہے۔ اور اپنی ذات میں جلال کا مظہر اوّلی اور بلاواسطہ ہے

بعینہٖ اسی طرح آنحضرت فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال اور جمال ہیں اور اسم

پس آنحضرت صلعم بھی جامع جلال اور جمال ہیں۔ اور اسم احمد کے آپ مظہر اوّل اور مظہر جمالی بلاواسطہ ہیں

۲۔ **جسطرح** چاند جمال کا مظہر ثانی اور مظہر ظلی یعنی بہ واسطہ سورج کے ہے۔

بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح موعود بھی اسم احمد کے مظہر ثانی اور بہ واسطہ آنحضرت صلعم ہیں۔

۳۔ **جسطرح** سورج باوجود اس کے کہ وہ جمال کا مظہر اوّل اور اصالتاً ہے اپنی ذات سے جمال کا علی وجہ الاتم بالفعل مظہر نہیں۔ بلکہ جمالی تجلی کا بالفعل اتم طور پر مظہر چاند ہے باوجودیکہ چاند جمال کا مظہر ثانی اور بہ واسطہ سورج ہے

بعینہٖ اسی طرح آنحضرت صلعم باوجود اس کے کہ آپ اسم احمد کے مظہر اصلی اوّل اور اصالتاً ہیں اپنی ذات سے اسم احمد کی تجلی اعظم کے بالفعل مظہر نہیں۔ بلکہ اسم احمد کی تجلی اعظم کا بالفعل علی وجہ الاتم مظہر مسیح موعود ہے۔ باوجودیکہ حضرت مسیح موعود اسم احمد کے مظہر ثانی اور مظہر ظلی یعنی بہ واسطہ آنحضرت صلعم ہیں۔

۴۔ **جسطرح** سورج اپنے جمال کے ظہور کے کمال کیلئے اور اپنے جمالی نور کے غلبہ کیلئے ایک مظہر اختیار کرتا ہے یعنی چاند

بعینہٖ اسی طرح "خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کیلئے اور اپنے نور کے غلبہ کیلئے ایک مظہر اختیار کیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا۔ پس میں وہی مظہر ہوں۔ پس ایمان لاؤ اور کافروں سے مت ہو۔" خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۷۔ "آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا۔ گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا جسکا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱)

۵۔ **جسطرح** سورج کے دو ظہور ہیں۔ ایک جلالی اور ایک جمالی۔ جلالی ظہور سورج اپنی ذات سے پورا کرتا ہے۔ لیکن جمالی ظہور سورج بذریعہ اپنے بروز یا مجاز یعنی چاند کے پورا کرتا ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں جمال کی تجلی اعظم جو اکمل اور اتم طور پر ہے۔ سورج کے دوسرے ظہور میں ظاہر ہوتی ہے۔

بعینہٖ اسی طرح آنحضرت صلعم کے دو بعثت ہیں۔ ایک بعثت محمدی جو جلالی رنگ میں ہے۔ اور دوسرا بعثت احمدی جو جمالی رنگ میں ہے۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶۔ بعثت محمدی اسم محمد یعنی جلالی تجلی ظاہر کرنے کیلئے ہے اور آنحضرت صلعم کی ذات سے وابستہ ہے۔ لیکن اسم احمد یعنی جمالی تجلی جو اکمل اور اتم ہے وہ آنحضرت صلعم

کے دوسرے بعث میں ہے۔ جو مسیح موعودؑ کی ذات سے وابستہ ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔
"غرض آنحضرت صلعم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمدؐ کا مظہر تجلی تھا یعنی
یہ بعثہ اول جلالی نشان ظاہر کرنیکے لئے تھا۔ مگر بعث دوم ... مظہر تجلی اسم احمد ہے
(اور برطبق پیشگوئی) ... حقیقی احمد (یعنی آنحضرت صلعم) نے مجازی احمد (یعنی مسیح موعود)
کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی کو ظاہر کیا۔" اسپر حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعث دوم میں تجلی اعظم
جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صہ ۹۶)

۶۔ جسطرح اگرچہ یہ حق ہے کہ سورج کے ظہور ثانی میں جلالی تجلی بھی ہے۔ اور جمالی تجلی کیساتھ شامل ہے
مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر ہو کر جمالی تجلی کے ہمرنگ ہو جاتی ہے۔ اسلئے سورج کا ظہور دوم فقط جمالی تجلی کا
مظہر اتم ہے۔

بعینہ اسی طرح۔ "اگرچہ یہ حق ہے کہ اس بعث دوم میں بھی اسم محمدؐ کی تجلی ہے۔ جو جلالی تجلی ہے
اور جمالی تجلی کیساتھ شامل ہے۔ مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر ہو کر جمالی رنگ کے مشابہ ہو گئی ہے۔ کیونکہ
اسوقت جلالی تجلی کی تاثیر قہر نہیں۔ بلکہ قہر استدلالی ہے۔ ... اسی وجہ سے بار بار اس کتاب
میں کہا گیا ہے کہ ہزار ششم (بعث دوم) فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے۔ جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے۔" حاشیہ تحفہ گولڑویہ صہ ۹۶

۷۔ جسطرح سورج اپنی ذاتی یعنی جلالی ظہور میں جو پہلا ظہور ہے۔ صبح کے وقت اجمالی طور پر جمالی تجلی
ظاہر کرتا ہے۔

بعینہ اسی طرح آنحضرت صلعم اپنے ذاتی ظہور میں جو بعث اول ہے۔ مکی زندگی میں اسم احمد کے
اجمالی طور پر مظہر تجلی تھے۔

۸۔ جسطرح چاند میں جمالی تجلی بہ نسبت سورج کے اکمل اور اشد اور اقوی ہے اور سورج میں جمالی
تجلی چاند کے مقابل ایسی ہے جیسی کہ بدر کامل کے سامنے ہلال۔

بعینہ اسی طرح مسیح موعود میں جمالی تجلی بہ نسبت آنحضرت صلعم کے اکمل اور اشد اور اقوی ہے
اور بلحاظ جمال کے بعثت اولیٰ کی نسبت بعثت ثانیہ سے ایسی ہے جیسے کہ بدر کامل کے مقابل پر ہلال
جیسے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلعم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہا نہ تھا۔ بلکہ اس کے کمالات کے معراج کیلئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اسوقت پوری طرح سے تجلی فرمائی۔" (تحفہ گولڑویہ صـ۱۷۷) پھر فرمایا۔

"حق یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی روحانیت چھٹے ہزار کے اخیر میں یعنی اسوقت نسبت ان سالوں کے اقوی اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودہویں رات کے چاند کیطرح ہے۔ اس لئے ہم تلوار اور لڑنے والے گروہ کے محتاج نہیں۔" (خطبہ الہامیہ صـ۱۸۱)

"اور اسلام ہلال کیطرح شروع ہوا۔ اور مقدر تھا کہ انجام کار آخر زمانہ میں بدر ہو جاوے خدا کے حکم سے۔" (خطبہ الہامیہ صـ۱۸۴)

نوٹ:- یاد رہے کہ خطبہ الہامیہ کے حوالجات پیش کردہ میں گو جمال کا بظاہر ذکر نہیں بلکہ روحانیت کا ذکر ہے۔ لیکن "چھٹے ہزار کے آخر" اور "تلوار اور لڑنے والے گروہ کے محتاج نہیں" کے قرینہ سے اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود یہاں پر روحانیت سے مراد جمالی روحانیت لیتے ہیں۔ کیونکہ جیساکہ (نمبر ۵) کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ "ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے"۔ پس اسی لئے اس قرینہ کی رو سے اسجگہ روحانیت سے مراد جمالی تجلی ہی ہے۔ اور یہ بھی سچی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود جمالی تجلی کے مظہر ہونے میں نسبت آنحضرت صلعم کے اقوی اور اکمل اور اشد ہیں۔ لیکن جلالی تجلی میں آپ کو آنحضرت صلعم سے کچھ نسبت نہیں۔ پس اسجگہ روحانیت سے سوا جمالی روحانیت کے اور کوئی معنی مراد نہیں ہوسکتے۔ پس اس تقابل مندرجہ بالا سے یہ امر بپایہ ثبوت تک پہنچ گیا کہ اسم محمد کو سورج سے مشابہت تامہ ہے۔ اور اسم احمد کو چاند سے مشابہت تامہ ہے۔ اور اسم محمد کا مظہر تجلی روحانی سلسلہ کا سورج ہونا چاہیے۔ اور اسم احمد کا مظہر تجلی روحانی سلسلہ کا چاند ہونا چاہیے۔ اور نیز اس پیچیدہ مشکل کا بھی آسانی سے حل ہوگیا۔ کہ کیونکر آنحضرت صلعم باوجودیکہ آپ اسم احمد کے مظہر تجلی اولاً اور اصالتاً ہیں۔ احمد موعود نہیں ٹھہر سکتے۔ اور مسیح موعود باوجودیکہ آپ اسم احمد کے مظہر تجلی ثانیاً اور ظلاً ہیں لیکن احمد موعود آپ ہی ہیں۔ الغرض احمد موعود کیلئے یہ لازمی شرط اور ضروری علامت ہے۔ کہ وہ چاند کی طرح بکرو جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہو۔ اور اکمل اور اتم طور پر

اپنی روحانی مشابہت چاند سے دکھے یعنی وہ روحانی سلسلہ کا بطور امتیازی نشان کے بدر تام ہو۔
اب دیکھ لو۔ اور دنیا میں تلاش کر لو کہ یہ شرط سوائے مسیح موعود کے کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔

چھٹا نشان :۔ بطور امتیازی نشانوں کے یہ نہایت لازمی شرط اور ضروری علامت ہے۔ کہ وہ دوگونہ احمد صفت ہو یعنی اس پر چاند کیطرح امتی اور نبی یا غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں کامل طور پر صادق آوے۔ کیونکہ اسم احمد میں سر عاشقیت ہے۔ جس کے لئے انکسار اور عشقی تذلل لازم ہے۔ اور یہی جمالی حالت ہے۔ اور اسم محمد میں سر محبوبیت ہے۔ کیونکہ جامع محامد ہے جو جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"احمد کا نام مظہر جمال ہے۔ اور اس کے مقابل پر محمد کا نام مظہر جلال ہے۔ وجہ یہ کہ اسم محمد میں سر محبوبیت ہے۔ کیونکہ جامع محامد ہے۔ اور کمال درجہ کی خوبصورتی اور جامع المحامد ہونا جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ لیکن اسم احمد میں سر عاشقیت ہے کیونکہ حامدیت کو انکسار اور عشقی تذلل اور فروتنی لازم ہے۔ اسی کا نام جمالی حالت ہے۔ اور یہ حالت فروتنی کو چاہتی ہے۔"

پس اسم احمد اپنے مفہوم تام کے لحاظ سے ایک ایسے شخص کو چاہتا ہے جو دوگونہ احمد صفت ہو ایک پہلو سے وہ خدا کا سچا عاشق اور حامد ہو۔ اور دوسرے پہلو سے وہ اسم محمد کے لازم حال جلال اور کبریائی کو ظاہر کرنیوالا اور محمد صلعم کی نہایت سچی اور کامل تعریف کرنیوالا اور آپکا سچا عاشق ہو۔ گویا دوسرے لفظوں میں اس پر اجتماعی صورت میں چاند کیطرح امتی اور نبی اور غلام احمد اور احمد کا مفہوم کامل طور پر صادق آوے۔ کیونکہ اسم احمد میں شان محبیت ہے یعنی عاشقانہ تذلل اور فروتنی اور اسم محمد میں سر محبوبیت ہے یعنی جلال اور کبریائی۔ اور آنحضرت صلعم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں اور اسم محمد کے مظہر اعظم ہیں۔ یعنی آپ صرف خدا کی بہت تعریف کرنیوالے نہیں بلکہ خود بھی بوجہ محمد ہونے کے بہت تعریف کئے جانیکے لائق ہیں۔ پس لازم آیا کہ اسم احمد کے لازم حقیقت احمد موعود وہ ہو۔ جو احمد ہونے کی صفت دوگونہ طور پر اپنے اندر رکھے۔ ایکطرف سے وہ خدا کا احمد ہو۔ اور دوسری طرف سے وہ محمد کا احمد ہو یعنی اس پر چاند کیطرح امتی اور نبی یا غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں کامل طور پر صادق آوے۔ اور یہی وہ بات ہے کہ سوائے

مسیح موعود کے کسی اور میں نہیں پائی جاتی ہے۔ نہ کسی فرد امت میں۔ اور نہ کسی فرد نبوۃ میں۔ جیسا کہ تم چاند میں دیکھتے ہو۔ وہ جمال کا مظہر اعظم اور نیر اعظم ہے۔ اور اپنی جمالی تجلی کے رو سے جسمانی سلسلہ کا احمد ہے۔ لیکن وہ ایک پہلو سے سورج کا فیض یافتہ اور امتی ہے۔ اور دوسرے پہلو سے وہ سورج کی طرح حقیقتاً روشن اور منور اور منیر ہے۔ اور نظام عالم کے عظیم الشان سیاروں میں داخل ہے۔ پس نظام عالم کی اس نظیر بے نظیر سے جس میں اسباب کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی اس سنت سے ہمیں یہی سبق حاصل ہوتا ہے۔ کہ حقیقی اور اصلی یعنی کامل طور پر اور ظاہر اطور پر احمد نام کا مستحق ہونے کیلئے یہ لازمی شرط ہے۔ کہ وہ امتی بھی ہو۔ اور نبی بھی ہو۔ اور اسپر امتی اور نبی۔ غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں صادق آوے۔ کیا کوئی ہے۔ جو اسباب سے انکار کر سکے!

حضرت مسیح موعود ہر ایک پہلو سے اپنے اندر ایک مرکب آمیزش رکھتے ہیں۔ گویا آپ کا وجود ایک مرکب الوجود ہے۔ (دیکھو تحفہ گولڑیہ صد ۱۹ - براہین احمدیہ حصہ پنجم وغیرہ) اسی واسطے آپکو مرکب نام مرکب شان۔ اور مرکب کام۔ اور مرکب انعامات دیئے گئے ہیں۔ اگر ایک پہلو سے آپ افراد کاملہ امت کے ساتھ شریک ہیں۔ تو دوسرے پہلو سے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی شریک ہیں۔ اگر ایک پہلو سے آپ آنحضرت صلعم کے متعلم اور آپ کے صحابہ میں داخل ہیں۔ تو دوسرے پہلو سے آپ ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہیں۔ اگر ایک پہلو سے آپ مریم ہیں۔ تو دوسرے پہلو سے آپ ابن مریم بھی ہیں۔ الغرض یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ اجتماعی حالت میں امتی و نبی اور مریم و ابن مریم متعلم اور معلم کا مفہوم کامل اور حقیقی طور پر سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد امت یا فرد نبوت پر عاید نہیں ہو سکتا۔ بعینہ اسیطرح غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں کامل طور پر سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد امت یا فرد نبوت پر عاید نہیں ہو سکتا اور چونکہ اسم احمد میں شرعاشقیت ہے۔ جس کے لئے انکسار اور عشقی تذلل اور فروتنی لازم ہے۔ اور یہی جمالی حالت ہے۔ اور آنحضرت صلعم صرف احمد ہی نہیں۔ بلکہ محمد بھی ہیں۔ اور اسم محمد میں سر محبوبیت ہے۔ کیونکہ جامع محامد ہے۔ اور یہ نام کسی سچی اور کامل تعریف اور عشق کرنیوالے کو چاہتا ہے۔ پس اسم احمد اپنے مفہوم تام کے لحاظ سے ایک ایسے شخص کو چاہتا ہے۔ جو مرکب عاشق ہو۔ یعنی ایک پہلو سے وہ خدا کا سچا عاشق اور حامد ہو۔ اور دوسرے پہلو سے وہ اسم محمد کے لازم حال جلال اور کبریائی ظاہر کرنیوالا اور

آنحضرت صلعم کی نہایت سچی اور کامل تعریف کرنیوالا اور آپ کا عاشق ہو۔ اور یہ وہ بات ہے کہ سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد امت یا فرد نبوت میں متحقق نہیں پس سچا اور حقیقی احمد سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

ساتواں نشان:۔ بطور کھلے کھلے امتیازی نشان کے احمد موعود کیلئے جو شرط اور علامت نہایت لازمی اور ضروری ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ احمد موعود آنحضرت صلعم کے بعث ثانیہ کی بعث ہو۔ جو بعث احمدی کہلاتی ہے۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے۔ مگر ہمارے نبی صلعم کے دو بعث ہیں۔ اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ واخرین منھم لما یلحقوا بھم ہے۔" (تحفہ گولڑیہ ۹۴ حاشیہ)۔ پھر لکھتے ہیں:۔

"جیساکہ مومن کیلئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایساہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جسکی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔" (تحفہ گولڑیہ ۹۶)

"غرض آنحضرت صلعم کے بعث اوّل کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا یعنی یہ بعث اوّل جلالی نشان ظاہر کرنیکے لئے تھا۔ مگر بعث دوم جس کی طرف آیت کریمہ واخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اشارہ ہے۔ وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے۔ جو اسم جمالی ہے۔ جیساکہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی کیطرف اشارہ کر رہی ہے۔" (تحفہ گولڑیہ ۹۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"یہ بار یک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے۔" (تحفہ گولڑیہ ۹۶ حاشیہ)

یہ ہیں حوالے جیسے نمونہ از خروارے جو اس بات کا قطعی ثبوت ہیں۔ کہ آیت کریمہ

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی نسبت ہے پہلے بعث کی نسبت ہرگز نہیں۔ پس بشارت اسمہ احمد کا حقیقی مصداق وہی ہو سکتا ہے۔ جو بعث احمدی کا مورد ہو۔ اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ بعث ثانیہ کا مورد سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نہیں۔ نبی صلعم کی ذات پہلی بعث کی مورد تھی۔ اور مسیح موعود دوسری بعث کے مورد اور موقوف علیہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

ضرور ہے۔ کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہو۔ جس پر آنحضرت صلعم کا بعث دوم موقوف ہے۔ وہ چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو۔ تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۹۵

پس جبکہ یہ ثابت ہے۔ کہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی نسبت ہے۔ اور نیز یہ بھی ثابت شدہ امر ہے۔ کہ دوسرا بعث مسیح موعود پر موقوف ہے۔ تو اس سے بصراحت ثابت ہو گیا۔ کہ بشارت اسمہ احمد کے حقیقی۔ اصلی خاص مصداق مسیح موعود ہیں۔ آنحضرت صلعم نہیں؛

آٹھواں نشان:۔ بطور امتیازی نشان۔ کہ احمد موعود کیلئے سب سے زیادہ لازمی شرط اور ضروری علامت یہ ہے۔ کہ اسکی بعث چھٹے ہزار کے آخر میں واقع ہو۔ کیونکہ بعث احمدی یا بعث دوم چھٹے ہزار کے اخیر پر واقع ہونیوالی ہو۔ اور نیز چھٹے ہزار کا اخیر اسم احمد کی مظہریت تامہ کیلئے مخصوص ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی ...... (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے۔ جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

پس یہ خبر جو آنحضرت صلعم کے بعث دوم کے متعلق ہو۔ جس کے ساتھ یہ شرط ہو سکے کہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہو گا۔ اسی حدیث سے اس بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کہ ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے۔ جس پر آنحضرت صلعم کا بعث دوم موقوف ہے وہ چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہو۔ کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری حصہ میں پڑتی ہے۔" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵ حاشیہ

پھر فرماتے ہیں :-

"آنحضرت صلعم کے بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے کیونکہ بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے۔ اور ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶ ۔ حاشیہ) پھر فرماتے ہیں :-

"یہ امر کہ یہ دوسرا بعث کس زمانہ میں چاہیئے تھا۔ اسکا کیا جواب ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں تناسب واقع ہے۔۔۔۔ لہذا اس نے اس بعث دوم کیلئے ہزار ششم کو پسند فرمایا" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱)

"ایسا ہی آخری زمانہ کیلئے مقدر تھا۔ کہ ایک طرف شیطانی قویٰ کا کمال درجہ پر ظہور ہو .... پھر اس کے مقابل پر وہ اسم ظاہر ہو۔ جو خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کا ظل ہے یعنی احمد اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر کیا گیا۔ اور جیسا کہ قرآن شریف میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱

"آنحضرت صلعم کے دو حال اور دو شان ہیں۔ ایک شان سے آپ محمد ہیں دوسری شان سے آپ احمد ہیں۔ اور ان دونوں ناموں میں سے ایک نام ایک زمانہ سے مخصوص ہے۔ اور دوسرا نام ایک اور زمانہ سے مخصوص ہے" خزینۃ المعارف (اعجاز المسیح) صفحہ ۱۲۶

ان حوالجات سے جو کہ نہتے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھے ہیں۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ

۱- بشارت اسمہ احمد بعث احمدی آنحضرت صلعم کے بعث دوم کی نسبت ہے۔

۲- بعث احمدی کا وقت وقوع آخر ہزار ششم ہے۔

۳- آخر ہزار ششم فقط اسم احمد کے مظہر اتم کیلئے ہے۔

پس ان حوالجات سے ظاہر و باہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ہی اصلی اور حقیقی طور پر بشارت اسمہ احمد کے مصداق ہیں۔ کیونکہ آپ ہی بعث احمدی کے مورد اور موقوف علیہ ہیں۔ اور آپ ہی کی بعثت چھٹے ہزار کے اخیر میں واقع ہوئی۔ اور چھٹے ہزار کے اخیر میں مبعوث ہونا صرف آپ ہی کیلئے مخصوص ہے۔ اور یہ شرط آنحضرت صلعم میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ آپ کی بعثت ہزار پنجم میں واقع ہوئی جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "آنحضرت صلعم کی بعث پانچویں ہزار میں ہوئی" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵۔ پس اس سے معلوم ہوا

کہ آنحضرت صلعم الف خامس میں جو مریخ کی طرف منسوب ہے۔ مبعوث ہوئے ہیں۔

"آنحضرت صلعم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا"۔ تحفہ گولڑیہ صد ۹۶

"آنحضرت صلعم کی بعث قطعاً اور یقیناً پانچویں ہزار میں ہوئی"۔ خطبہ الہامیہ صد ۱۷۹

پس ان حوالجات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم ہزار پنجم میں مبعوث ہوئے تھے۔ جو زمانہ کہ اسم محمد کی مظہر تجلی کیلئے مخصوص ہے۔ اور اس سے پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اسم احمد کے مظہر تجلی کیلئے آخر ہزار ششم مخصوص ہے۔ نہ کہ ہزار پنجم۔ جبکہ آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے۔ پس آنحضرت صلعم کسی صورت میں بھی احمد موعود نہیں ہو سکتے۔

آٹھویں شرط کے ضمن میں دو شرائط اور ہیں۔

۱- یہ کہ اسکا زمانہ یضع الحرب کا زمانہ ہو۔ کیونکہ اسم احمد جمالی نام ہے۔ اور یہ نام ترک قہر اور قتال پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے اسم احمد کا وہ زمانہ مظہر اتم ہو سکتا ہے۔ جو اس کے لازم حال یضع الحرب کا زمانہ ہو۔

۲- اسکا زمانہ زمان البرکات ہو۔ اور بکثرت آسمانی نشانوں کا مظہر ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اجگہ محمدی کہا۔ یہ اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ جو لوگ ابتک صرف ظاہری قوت اور شوکت اسلام دیکھتے رہے۔ جسکا اسم محمد مظہر ہے۔ اب وہ لوگ بکثرت آسمانی نشان پائینگے۔ جو اسم احمد کے مظہر کو لازم حال ہے۔ کیونکہ اسم احمد انکسار اور فروتنی اور کمال درجہ کی محویت کو چاہتا ہے جو لازم حال حقیقت احمدیت اور حامدیت اور عاشقیت اور محبیت ہے۔ اور حامدیت اور عاشقیت کے لازم حال صدور آیات تائیدیہ ہے"۔ ضمیمہ تحفہ گولڑیہ صد ۲۶۔

پس ایسا زمانہ جو اسم احمد کے لازم حقیقت یضع الحرب اور برکات آسمانیہ سے موصوف ہو۔ وہ حضرت مسیح موعود کا ہی زمانہ ہے۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ہی احمد موعود ہیں۔

نواں نشان :- بطور امتیازی نشان کے احمد موعود کیلئے یہ لازمی شرط اور ضروری علامت ہے۔ کہ بموجب عدہ لیظھرہ علی الدین کلہ کے تکمیل اشاعت ہدایت کے کام کو سرانجام دیوے۔ کیونکہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ خاص احمد موعود کے حق میں ہے۔ اور لیظھرہ علی الدین کلہ میں اس کے کام کو معین کر دیا گیا ہے۔ جو اسکام کو سرانجام دیگا وہی صحیح معنوں میں احمد موعود قرار دیا جا سکتا ہے۔

اور اسبات کا ثبوت کہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ الخ خاص احمد موعود کے ہی حق میں ہے اور لیظھرہ علی الدین کلہ میں خاص احمد موعود کے کام کو معین کر دیا گیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ

۱۔ اوّل تمام دینوں پر غالب ہونیکا ذریعہ علوم حقہ اور معارف صادقہ پر موقوف ہے۔ اور علوم اور معارف جمالی طرز میں داخل ہیں۔ نہ کہ جلالی طرز میں۔ اور جمالی طرز کا کام مظہر اسم احمد کا کام ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"علوم اور معارف بھی جمالی طرز میں داخل ہیں اور قرآن شریف کی آیت لیظھرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا۔ کہ یہ علوم اور معارف مسیح موعود کو اکمل اور اتم طور پر دیئے جائینگے۔ کیونکہ تمام دینوں پر غالب ہونیکا ذریعہ علوم حقہ اور معارف صادقہ اور دلائل بینہ اور آیات قاہرہ ہیں۔ اور غلبہ دین کا انہیں پر موقوف ہے۔" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۴)

پس اس تحریر سے معلوم ہوا۔ لیظھرہ علی الدین کلہ کا کام خاص احمد موعود ہی کیلئے ہے۔ اور غیر از احمد موعود کیلئے ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس وعدۂ قرآنیہ کا پورا ہونا علوم اور معارف وغیرہ پر موقوف ہے۔ اور علوم اور معارف جمالی طرز میں داخل ہیں۔ اور جمالی طرز مظہریت اسم احمد کو چاہتا ہے۔ اور اسم احمد کا مظہر تجلی احمد موعود ہی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ لیظھرہ علی الدین کلہ میں احمد موعود ہی کے کام کو خاص معین کر دیا گیا ہے۔

۲۔ دوسرا ثبوت۔ اس بات کا دوسرا ثبوت کہ آیت "لیظھرہ علی الدین کلہ" خاص احمد موعود ہی کیلئے ہے اور دوسرے کسی غیر از احمد موعود کیلئے ہرگز نہیں۔ یہ ہے۔ کہ جسطرح بشارت اسمہ احمد کا علی وجہ الاتم بالفعل طور پر پورا ہونا آنحضرت صلعم کے بعث دوم پر موقوف ہے۔ اور اسم احمد کی تجلی اعظم جو اکمل اور اتم طور پر ہے۔ چھٹے ہزار کے اخیر پر موقوف ہے۔ بعینہ اسی طرح آیت لیظھرہ علی الدین کلہ کا اتم اور اکمل طور پر پورا ہونا بھی آنحضرت صلعم کے بعث دوم اور چھٹے ہزار کے آخر پر ہی موقوف ہے جیسے کہ ذیل کے تقابل سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) "آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی ... (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت	(۱) "آنحضرت صلعم کیلئے دو بعث مقدر ہیں (۱) ایک بعث تکمیل ہدایت کے لیے۔ (۲) دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کیلئے۔ اور یہ دونوں

بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت مبشرا

برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد"

تحفہ گولڑویہ ص۹۶

(۲) "آنحضرت صلعم کے بعث دوم میں تجلی اعظم

جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد

کی تجلی ہے۔ کیونکہ بعث دوم آخر ہزار

ششم میں ہے۔ . . . . ہزار ششم

فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے"

حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص۹۶

قسم کی تکمیل روز ششم سے وابستہ تھی۔ ... سو ایک تو

وہ روز ششم تھا جسمیں آیت الیوم اکملت لکم

دینکم نازل ہوئی۔ اور دوسرے وہ روز ششم ہے

جسکی نسبت آیت لیظھرہ علی الدین کلہ میں

وعدہ تھا۔ یعنی آخری حصہ ہزار ششم" (تحفہ گولڑویہ ص۹۹)

(۳) "اس تقسیم کو خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم

میں آنحضرت صلعم کے دو منصب قائم کرتا ہے (۱) ایک

کامل کتاب کے پیش کرنیوالا جیسا کہ فرمایا۔ یتلو صحفا

مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ۔ (۲) دوسرے تمام دنیا میں اس کتاب کی اشاعت کرنیوالا۔ جیسا کہ فرماتا ہے

لیظھرہ علی الدین کلہ۔ اور تکمیل ہدایت کیلئے خدا نے چھٹا دن اختیار فرمایا۔ اس لئے یہ پہلی سنت اللہ

ہمیں سمجھاتی ہے۔ کہ تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا ہی ہے۔ اور وہ ہزار ششم ہے۔ . . . . تکمیل اشاعت

ہدایت ہزار ششم میں ہوگی" (تحفہ گولڑویہ ص۱۰۰)

اس تقابل سے بتصریح اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ کہ آیت "لیظھرہ علی الدین کلہ" کا

فرض منصبی خاص احمد موعود ہی کیلئے مقدر ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ صحیح معنوں میں احمد موعود وہی ہو سکتا

ہے۔ جو آیت لیظھرہ علی الدین کلہ کے مطابق تکمیل اشاعت ہدایت کے کام کو سر انجام دیوے۔

تیسرا ثبوت ۔ اس بات کا تیسرا ثبوت کہ آیت "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و

دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ"۔ خاص احمد موعود ہی کے حق میں ہے۔ اور کسی کے حق میں نہیں یہ ہے کہ

حضرت مسیح موعود نے ایک جگہ بر طبق پیشگوئی اسمہ احمد آنحضرت صلعم کے ایک مظہر کا ذکر کیا ہے۔ اور دوسری

جگہ اسی مظہر کا حسب منطوق آیت ھو الذی ارسل رسولہ کے ذکر کیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا

ہے۔ کہ آیت مبشرا برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد اور آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ

الخ خاص احمد موعود ہی کیلئے ہیں۔ ایک آیت میں احمد موعود کا نام بتایا ہے۔ اور دوسری آیت میں

اسکا کام بتا دیا۔ تاکہ نام اور کام ملکر دونوں احمد موعود کی مکمل علامت اور نشان کا کام دیویں۔

چنانچہ ایک حوالہ تو یہ ہے۔

"آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں اشارہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ہوگا۔ گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا جسکا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صـ۲۱)

دوسرا حوالہ یہ ہے :-

"احمد خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کیلئے اور اپنے نور کے غلبہ کیلئے ایک مظہر اختیار کیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا۔ پس وہی مظہر ہوں پس ایمان لاؤ۔ اور کافروں سے مت ہو۔ اور اگر چاہتا ہے۔ تو اس خدا تعالیٰ کے قول کو پڑھ هو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ" (خطبہ الہامیہ صـ۳)

احمد موعود کیلئے یہ شرط بھی ہے۔ کہ اسکا جائے ظہور ہندوستان ہو۔ کیونکہ بشارت اسمہ احمد بعثت دوم کی نسبت ہے اور بعثت دوم کی ضرورت اور مورد بعثت دوم کے کام کو ظاہر کرنیکے لئے آیت لیظھرہ علی الدین کلہ ہے۔ اور یہ کام نہیں ہو سکتا ہے۔ جبتک کہ کل ادیان مختلفہ کا ایک جگہ جمع ہونا نہ پایا جاوے۔ اور کل ادیان کا جمع ہونا بجز ہندوستان کے کسی اور ملک میں نہیں پایا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ احمد موعود کا جائے ظہور ہندوستان ہونا چاہیئے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"(۱) ایک تکمیل ہدایت کا زمانہ جسکی طرف آیت اشارہ فرماتی ہے۔ کہ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ

(۲) دوسرے تکمیل اشاعت کا زمانہ جسکی طرف یہ آیت لیظھرہ علی الدین کلہ اشارہ فرما رہی ہے اور آنحضرت صلعم کا جیسا کہ یہ فرض تھا۔ کہ بوجہ ختم نبوۃ تکمیل ہدایت کریں۔ ایسا ہی بوجہ شریعت یہ بھی فرض تھا۔ کہ تمام دنیا میں تکمیل اشاعت بھی کریں۔ لیکن آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اگرچہ تکمیل ہدایت ہو گئی۔۔۔۔ لیکن تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی۔۔۔۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جسمیں قوموں کے باہم تعلقات ہو گئے۔۔۔۔ اس لئے آنحضرت صلعم کے دوسرے بعثت کی ضرورت پڑی۔ اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور مطابع بیخو ہیں۔۔۔۔ آنحضرت کیخدمت میں بزبان حال درخواست کی۔ کہ یا محمد رسول اللہ صلعم ہم تمام خدام حاضر ہیں۔ اور فرض اشاعت پورا کرنیکے لئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے۔ اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے۔۔۔۔ تب آنحضرت صلعم کی روحانیت نے جواب دیا۔ کہ دیکھو

میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر ملک ہند میں آونگا۔ کیونکہ جوش مذاہب اجتماع جمیع ادیان اور
مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱)
پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ احمد موعود کا بروز اور ظہور ملک ہند میں ہوگا۔ کیونکہ جس کام کا کرنا اس کے
لئے مقرر کیا گیا۔ یعنی لیظہرہ علی الدین کلہ وہ کام اسی جگہ سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ جہاں پر اس کام
کے مناسب حال مادہ اور ضرورت ہو۔ اور اس کام کے مناسب حال جگہ صرف ہندوستان ہی ہے۔ پس معلوم ہوا
کہ احمد موعود کا ملک ہند میں ظاہر ہونا ایک شرط ہے۔ اور یہ شرط نہایت کھلے طور پر مسیح موعود میں پائی
جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلعم میں نہیں پائی جاتی۔ پس صحیح معنوں میں احمد موعود مسیح موعود ہی ہیں آنحضرت صلعم نہیں

دسواں نشان:۔ احمد موعود کیلئے دسویں اور آخری شرط یہ ہے۔ کہ وہ خود
بھی یہ دعویٰ کرے۔ کہ بر طبق پیشگوئی جو احمد موعود ہے۔ وہ میں ہوں۔ کیونکہ کسی پیشگوئی کا تحقق
بالخصوص اس پیشگوئی کا جو کسی نبی اور رسول کی نسبت ہو۔ اس بات پر موقوف ہے۔ کہ وہ موعود اس بات
کا خود دعوے کرے۔ کہ میں اس پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ ورنہ بصورت دیگر مدعی سست اور
گواہ چست والی مثال ثابت آئیگی۔ اور یہ جو ہم نے اس شرط کی وجہ بیان کرتے ہوئے "نبی اور رسول
کی پیشگوئی" کی قید لگائی ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ دوسری پیشگوئیوں میں یہ امر ضروری نہیں ہوتا۔ کہ
بالضرور شخص موعود اس بات کا دعویٰ بھی کرے۔ کہ میں اس پیشگوئی کی مصداق ہوں۔ مثلاً دجال
کی نسبت پیشگوئی ہے۔ کہ وہ آخر زمانہ میں ہوگا۔ اب اگر دجال معہود کیلئے یہ شرط ہو۔ کہ وہ
خود بھی دعوے کرے۔ کہ میں ہی دجال والی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ تو ایسی شرط کا پورا ہونا
ناممکن اور محال امر ہے۔ لیکن ایسی پیشگوئی جو کسی نبی اور رسول کی نسبت ہو۔ اس کیلئے یہ ضروری
ہے۔ کہ قرار دادہ موعود خود بھی اس پیشگوئی کا بالفعل یعنی کھلے کھلے طور پر مصداق ہونیکا دعویٰ
کرے۔ اب دیکھو اس شرط کے رو سے آیا آنحضرت صلعم احمد موعود قرار دیئے جاسکتے ہیں؟ یا مسیح موعود
سنئے دنیا میں کوئی ایسا فرد بشر نہیں۔ جو یہ ثابت کرسکے۔ کہ آنحضرت صلعم نے بر طبق پیشگوئی
اسمہ احمد کبھی بھی احمد ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہو۔ کہ میں بشارت عیسےٰ
ہوں۔ یا کسی دوسری جگہ یہ فرمایا ہو۔ کہ میں احمد ہوں۔ لیکن آپ نے کہیں اور کبھی بھی یہ نہیں فرمایا
کہ بر طبق پیشگوئی میں احمد موعود ہوں۔ اگر فرمایا ہو۔ تو پیش کرو۔ ورنہ صرف یہ کہنے سے۔ کہ یہ

بشارت عیسیٰ ہوں یا یہ کہنے سے کہ میں احمد ہوں۔ آپ کا یہ دعویٰ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ گویا آپ برطبق پیشگوئی احمد تھے۔ کیونکہ ممکن تھا کہ آنحضرت صلعم اس پیشگوئی کے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو مصداق قرار دیتے۔ یعنی برطبق پیشگوئی اپنے آپ کو احمد قرار دیتے۔ کیا آپ کھلے کھلے رنگ میں مثیل عیسیٰ تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ مثیل موسیٰ تھے۔ پھر کیا آپ روحانی سلسلہ کے بالفعل بدر تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ تو شمس منیر تھے۔ پھر کیا آپ کی بعثت چھٹے ہزار کے آخر میں ہوئی۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کی بعثت پنجم ہزار میں واقع ہوئی۔ پھر سب سے بڑھکر کیا آپ کا اسم اعظم احمد تھا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اسم اعظم محمد تھا۔ پھر کیا آپ نے احمد موعود کے مخصوص فرض منصبی یعنی لیظھرہ علی الدین کلہ کو اپنی ذات سے پورا کیا۔ نہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کہ برطبق پیشگوئی آپ نے احمد موعود ہونے کا دعوے نہیں کیا۔

پس آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا۔ کہ میں احمد ہوں اس بناء پر نہیں۔ کہ گویا آپ برطبق پیشگوئی احمد تھے۔ بلکہ قرآن شریف کی اس آیت کی بناء پر ہے۔ ولہ الحمد فی الاولیٰ والاخرة جس کی نسبت حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ولہ الحمد فی الاولیٰ والاخرة۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں دو احمدوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور انکو اپنی نعمائے متکاثرہ میں سے ٹھہرایا ہے۔ اول احمد تو احمد مجتبےٰ اور محمد مصطفےٰ ہمارے نبی صلعم ہیں۔ دوسرا احمد۔ احمد آخر الزمان ہے جس کا نام مسیح موعود اور مہدی معہود اللہ تعالیٰ کیطرف سے رکھا گیا۔" اعجاز المسیح ص۱۳۵

الغرض آنحضرت صلعم برطبق پیشگوئی احمد موعود نہیں۔ کیونکہ احمد موعود کا دعوےٰ کرنا اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط آنحضرت صلعم میں نہیں پائی جاتی۔ ہاں حضرت مسیح موعود نے نہایت کھلے طور پر برطبق پیشگوئی احمد ہونیکا دعویٰ کیا۔ اور ایسا کیا۔ کہ جمیں کسی تاویل یا انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اس آنیوالے کا نام جو احمد رکھا گیا۔ وہ بھی اس کے مثیل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے۔ اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسےٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ مگر

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں۔ بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال اور جمال

لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا"۔ ازالہ اوہام [illegible]

دوسرا حوالہ۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور عیسےٰ نے کزرع اخرج شطأہ میں وآخرین منہم والی جماعت اور اسکے امام کیطرف اشارہ بھی کیا ہے۔ بلکہ اسمہ احمد کہکر صریح طور پر اس امام کا نام بھی بتادیا ہے اور اس مثال میں (یعنی کزرع اخرج شطأہ) ان اسباب کیطرف اشارہ کیا ہے۔ کہ مسیح موعود کا ظہور نرم اور نازک پودے کے مشابہ ہوگا۔ سخت چیز کے مشابہ نہیں ہوگا۔

پھر منجملہ عجائب قرآن کریم کے یہ ہے۔ کہ قرآن کریم نے اسم احمد حکایتاً عیسےٰ علیہ السلام سے ذکر فرمایا اور اسم محمد حکایتاً موسی علیہ السلام سے ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ پڑھنے والے کو یہ نکتہ معلوم ہو جاوے۔ کہ جلالی نبی یعنی موسیٰ نے ایسا نام پیشگوئی میں اختیار کیا۔ جو اس کے اپنے حال کے موافق تھا یعنی محمد جو جلالی نام ہے۔ اور اسی طرح حضرت عیسےٰ نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا۔ جو جمالی نام ہے کیونکہ حضرت عیسےٰ جمالی نبی تھے۔ اور قہر اور قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ (موسیٰ اور عیسیٰ میں سے) ہر ایک نے اپنے مثیل نام کیطرف اشارہ کیا ہے۔ اس نکتہ کو یاد رکھو کیونکہ یہ تمام اوہام سے نجات دینے والا ہے۔ اور جلال اور جمال دونوں کو خوب واضح کرتا ہے۔ اور پردہ اٹھاکر اصل حقیقت دکھا دیتا ہے۔ اور جب تم اسکو تسلیم کر لوگے۔ تو مقدم کی حفاظت میں داخل ہو کر ہر ایک جال سے بچ جاؤ گے۔ اور ہر ایک گمراہی سے نجات پاؤ گے۔" [illegible]

یہ حوالہ بھی کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ پہلے حوالہ میں بتصریح اس امر کا ذکر ہے کہ برطبق پیشگوئی مجرد احمد مسیح موعود ہی ہیں۔ آنحضرت صلعم نہیں۔ دوسرے حوالہ میں حضرت مسیح موعود نے اس بات کا فیصلہ ہی فرما دیا۔ کہ حضرت عیسےٰ نے بتصریح اپنی پیشگوئی میں میرا نام احمد رکھا ہے۔ زیادہ تر یہ کہ یہ پیشگوئی خاصکر کیوں مسیح موعود ہی کیلئے ہے۔ اسکی دلیل یہ دی کہ برطبق پیشگوئی احمد وہ ہونا چاہیئے۔ جو مثیل تام حضرت عیسیٰ ہو۔ اور مثیل تام حضرت عیسےٰ مسیح موعود ہیں۔ آنحضرت صلعم نہیں۔ پس آپ نے بتصریح دعوٰی فرمایا کہ برطبق پیشگوئی میں ہی اس کا مصداق ہوں۔

تیسرا حوالہ۔ اس بات کی تائید میں کہ حضرت مسیح موعود نے برطبق بشارت اسمہ احمد۔ احمد موعود

ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ ذیل کا حوالہ ایک زبردست ثبوت ہے۔ جو یہ ہے آپ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"غرض آنحضرت صلعم کے بعث اوّل کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا یعنی یہ بعث اوّل جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ مگر بعث دوم جس کیطرف آیت کریمہ و آخرین منھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے۔ جو اسم جمالی ہے جیساکہ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی کیطرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور اس آیت کے یہی معنی ہیں۔ کہ مہدی معہود جسکا نام مجازی طور پر احمد ہے۔ جب مبعوث ہوگا تو اسوقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے۔ اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائیگا۔ یہی وہ بات ہے۔ جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلعم کا شریک ہوں۔ اور اسپر نادان مولویوں نے جیساکہ انکی ہمیشہ عادت ہے۔ شور مچایا تھا۔ حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جاوے۔ تو تمام سلسلہ اس پیشگوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے۔ بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچاتی ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

"لہذا جیساکہ مومن کیلئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ہی اسبات پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"

(گذشتہ سے پیوستہ)

"اور چونکہ حضرت صلعم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہرا اور کھلی کھلی مماثلت ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے بلا واسطہ آنحضرت صلعم کو حضرت موسےٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا۔ لیکن چونکہ آنجناب صلعم کو حضرت عیسیٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلا دیا۔ پس درحقیقت مہدی اور مسیح ہونیکے دونوں جوہر آنحضرت صلعم کی ذات میں موجود تھے۔" (تحفہ گولڑیہ صفحہ ۹۶)

اور حوالہ نمبر (الف) میں اسم جمالی ہے پر نشان دیتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمدؐ کی تجلی ہے۔ کیونکہ بعثت دوم آخر ہزار ششم میں ہے۔ اور ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے"

اب اس سارے حوالے پر یکجائی نظر ڈالنے سے اس بات کا یقینی ثبوت ملتا ہے کہ حضرت مسیح موعود برطبق پیشگوئی اسمہ احمدؐ۔ احمد موعود ہونے کا صریح طور پر دعوے کیا ہے۔ اور بتحقیق آپ ہی اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا اصلی اور حقیقی مصداق خیال کرتے تھے۔ اس حوالے میں تین باتیں بہت ہی قابل غور ہیں :-

(۱) کہ آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ کے یہی معنے ہیں کہ برطبق پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسیح موعود کے پیرایہ میں اپنی جمالی تجلی ظاہر کرینگے۔ گویا اس پیشگوئی کا بالفعل اور کھلے کھلے طور پر مصداق مسیح موعود ہے نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲) بشارت اسمہ احمدؐ آنحضرت صلعم کے دوسرے بعثت کی نسبت ہے۔ اور دوسرا بعث مسیح موعود پر موقوف ہے۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود نہایت کھلے کھلے طور پر یقیناً اس پیشگوئی کو اپنے ہی حق میں یقین کرتے تھے ؛

(۳) حوالہ نمبر ب میں اس بات کو بہت ہی واضح کر دیا کہ اس پیشگوئی کا اصل اور بالفعل مصداق میں ہی ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکے بالقوہ اور مخفی مصداق ہیں ؛

(۴) حوالہ نمبر ج میں اس بات کو سب سے زیادہ واضح کر دیا کہ اسم احمد کی تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ بعثت دوم ہے۔ اور بعثت دوم چھٹے ہزار کے آخیر میں ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں بشارت اسمہ احمدؐ کا اکمل اور اتم مظہر اعظم اور مصداق مسیح موعود ہے ؛

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی مشہور دوائیوں کا اشتہار

[illegible] | جینا کیا ہے۔ جو ایک دوسرے کو آرام نہ پہونچا سکے اسی خیال پر ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیاں بنی ہیں۔ اور انکو انمول فائدے کے حساب سے بہت سستی بکتی ہیں | نمبر ۵۵

نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت
عرق کافور میعنہ		بین ہیلر اندرونی		درد سر کی دوا	۶ر	امراض دندان	۴ر
کی دوا	۴ر	اور بیرونی درد	۱۲ار	طاعون کی گولیاں		پیپرمنٹ کاست	۶ر
دمہ کی دوا	عہ۴ر	کی دوا		بڑی ڈبیہ	۱۲ار	روغن پیپرمنٹ	۱۰ر
بخار کی دوا		کھانسی کی دوا		طاعون کی گولیاں		روغن ریڈی	۶ر
شیشی کلاں	۱۴ر	شیشی خورد	۸ر	چھوٹی ڈبیہ	۸ر	روغن صندل	۶ر
بخار کی دوا شیشی خورد	۸ر	کان بہنے کی دوا	۴ر	عرق پودینہ		روغن اجوائن	۶ر
سائلہ خون سان		داد کا مرہم	۵ر	بدہضمی کی دوا	۸ر	روغن سونٹھ ادرک	۸ر
کرنے کی دوا	عار	زخم دھونے کی ٹکیہ	ار	کلوروڈائن		روغن سونف	۴ر
سینی لائن خون		سقوی گولیاں	عہ ر	پیچش کی دوا	۶ر	روغن دارچینی	۶ر
بند کرنے کی دوا	عہ۴ر	بچانے ملیریا بخار		لال شربت بچوں		روغن لونگ	۴ر
کولا نامک طاقت کی دوا	عہ ر	کی گولیاں	ہر	کی طاقت کی دوا	۱۲ار	روغن لیمو	۴ر
گھیگھا کے لگانے کی دوا	۴ر	کونین کی ٹکیہ	۸ر	خارشت کھجلی کی دوا	۸ر	روغن الائچی	۶ر
گھیگھا کے کھانے کی دوا	۱۲ار	بدہضمی اور بدہضمی کے		امراض مستورات		لیونڈر	۶ر
کھانسی کی دوا شیشی کلاں	عہ ر	دست کی گولیاں	عہ۴ر	کی دوا	عہ۴ر	نمونہ کا بکس	عہ۸ر

یہ کارخانہ چونتیس سال سے ہندوستان میں جاری ہے مفصل حالات کی فہرست مفت منگا کر دیکھیے

ڈاکٹر ایس کے برمن۔ تاراچند دت اسٹریٹ نمبر ۵ کلکتہ